C:\Users\MD ASADULLAH\Downloads\29.01.2018 naqueeb.inp 12/05/39 07:07 A PAGE 1 (1,1)
:\Users\Rashid\Desktop\3 copy.jpg not found.

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ ڈاکٹر ثوبان فاروقیؒ
■ تخلیق کی دہلیز پر
■ طلاق مخالف بل؛ حقائق ومضمرات
■ فرقہ پرستی، عدم مساوات اور یوم جمہوریہ
■ تحریک ریشمی رومال اور برادران وطن
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 5 مورخہ ۱۱ر جمادی الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۹ر جنوری ۲۰۱۸ء روز سوموار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بین السطور

مکافات عمل

’’وشو ہندو پریشد کے نیتا پروین توگڑیا (۶۲) منگل کو پریس کانفرنس میں جذباتی ہوگیے، آنکھوں میں آنسو لیے بولے، مجھے پرانے کیس نکال کر پھنسایا جارہا ہے، سوموار کو راجستھان پولس کا قافلہ آیا تھا، میرا انکاؤنٹر ہوسکتا تھا، میں ڈر نہیں رہا ہوں، ڈرانے کی کوشش کی جارہی ہے‘‘۔ (دینک بھاسکر ۱۷ر جنوری ۲۰۱۸ء)

پروین توگڑیا سوموار ۱۶ر جنوری کو حیرت انگیز طور پر غائب ہوگئے تھے، بارہ گھنٹے بعد رات کو نو بجکر بیس منٹ پر شہر کے کوتر پور علاقے میں بے ہوش پائے گئے، انہیں شاہی باغ کے ایک پرائیوٹ اسپتال میں داخل کرادیا گیا، ہاردک پٹیل وغیرہ نے عیادت کی، راجستھان پولیس خالی ہاتھ واپس ہوئی اور توگڑیا کے بھکتوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا، خود توگڑیا کا کہنا ہے کہ کچھ دنوں سے ان کی آواز دبانے کی کوشش کی جارہی ہے اور پورے ملک میں قانون توڑنے کے مقدمات درج کیے جارہے ہیں اور پرانے مقدمات کو کھوج کھوج کر نکالا جارہا ہے، ان کا اپنا بیان ہے کہ انہیں کل صبح ایک کارکن نے بتایا کہ گجرات اور راجستھان پولیس ان کا انکاؤنٹر کرسکتی ہے، ایسے میں جب انہیں پولیس کے آنے کی خبر ہوئی تو زیڈ پلس سکورٹی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، اپنا لوکیشن چھپانے کی غرض سے سارے موبائل کے سوئچ آف کردیے اور خاموشی سے راجستھان کے جے پور عدالت میں خود سپردگی یا وارنٹ منسوخ کرانے کا منصوبہ بنایا، شال اوڑھ کر آٹو رکشہ میں بیٹھ کر ہوائی اڈہ کے لیے نکلے، سخت ٹینشن اور شوگر کم ہوجانے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہوگیے۔ یہ اس شخص کی کہانی ہے، جس نے ایک زمانہ میں متنازعہ بیان دے دے کر مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا تھا، اس کے نزدیک قانون اس کے گھر کی لونڈی تھی، جس طرح چاہتا توڑ مروڑ کرتا رہتا، فرقہ پرستی کو ہوا دینے میں ہندوستان میں جو چند بڑے نام ہیں ان میں ایک نام پروین توگڑیا کا ہے، قدرت کا قانون، مکافات عمل کا ہے، جیسی کرنی تیسی بھرنی ہندوستان کا مشہور مقولہ ہے، پروین توگڑیا اپنے موجودہ حالات پر انتہائی پریشان دکھ رہے ہیں، وہ پولیس کے ڈر سے بھاگ رہے ہیں، چھپ رہے ہیں، خوف سے بے ہوش ہو رہے ہیں، انہیں زیڈ سیکوریٹی حاصل ہے، جس میں کم از کم بتیس عدد سیکوریٹی گارڈ ہوتے ہیں، اتنے سارے محافظ کے ہوتے ہوئے توگڑیا کو غائب ہونا پڑا، اور انہیں انکاؤنٹر کا خطرہ ستاتا رہا، یہ بات عوام کی سمجھ میں تو آتی نہیں، ہوسکتا ہے یہ صرف ایک اسٹینڈ، حکومت کے خلاف اپنے بھگتوں کی حرارت کے ناپنے کا، تاپ مان دیکھنے کا ہو، اگر یہی مقصد تھا تو وہ اس مہم میں ناکام ہوگیے، بھکتوں نے آسمان سر پر ضرور اٹھایا؛ لیکن ان کے بھکت اب کتنے باقی ہیں، ان کی بڑی تعداد ’’ستتا لوبھ‘‘ حکمرانی کی خواہش میں دوسرے خیمے میں چلی گئی ہے، خالی بیان بازی کرکے ہندوستان کی عدم رواداری اور فرقہ پرستی کی آگ بھڑکانے والے کا ساتھ دینے کے بجائے مفاد پرست حکومت کے ساتھ مل کر رہنا زیادہ مفید ہوتا ہے، آدمی محفوظ بھی رہتا ہے، پرانے مقدمات کی فائلیں دبی رہتی ہیں، اور مالی فائدے اس کے علاوہ ہیں، اتنے فائدہ کو چھوڑ کر ایک ایسے لیڈر کے ساتھ لگے رہنے کا حاصل کیا ہے، جو از کار رفتہ ہوگیا اور جو تاریخ کے دفینوں کا حصہ بن چکا ہے، اور جلد ہی آر ایس ایس اسے وشو ہندو پریشد کی صدارت سے ہٹا کر دوسرے کو لانا چاہ رہی ہے۔

پروین توگڑیا پریس کانفرنس میں بار بار یہ کہتے رہے کہ میں ڈرتا نہیں ہوں، لیکن ان کے الفاظ ان کے چہرے کا ساتھ نہیں دے رہے تھے، چہرے سے تو خوف ہی خوف ٹپک رہا تھا، پریس والے اور ان کے بھگت بھی پریشان تھے کہ ہندوؤں کا خون کھولانے والا، مسلمانوں کو پاکستان یا قبرستان بھیجنے والا ایک وارنٹ پر اس قدر ڈر گیا کہ وہ بھاگا پھرتا ہے، وہ مقدمات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا، پھر اتنا اندر سے ٹوٹ گیا کہ بار بار اس کی آنکھیں چھلک رہی ہیں، توگڑیا ایک زندگی جی چکے اب یہ ان کی دوسری زندگی ہے، جس میں انہوں نے جو کچھ اب تک کہا ہے وہ صدائے بازگشت بن کر ان کے کانوں میں گونج رہی ہے، اور جب دہشت بھری آوازیں کانوں میں آرہی ہوں تو نیند غائب ہوجاتی ہے (بقیہ صفحہ ۱۱ر پر)

شعور

’’شعور کی تین سطحیں ہیں، ایک سطح وہ ہے جہاں انسان بدکلامی کا جواب بدکلامی سے دیتا ہے، اینٹ کے جواب میں پتھر دے مارتا ہے، شعور کی دوسری سطح وہ ہے جہاں انسان بدکلامی کے جواب میں خاموشی اختیار کرتا ہے، اور بدکلامی کرنے والے کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے، شعور کی ایک تیسری سطح بھی ہے، اس میں انسان نہ صرف یہ کہ اپنے جذبات پر قابو پاتا ہے؛ بلکہ بُرے اخلاق کا جواب بہترین اخلاق سے دیتا ہے، شعور کی یہی تیسری سطح ہے جو بدترین دشمن کو بہترین دوست میں تبدیل کردیتی ہے اور جس کی وجہ سے معاشرہ میں اچھا اخلاق پروان چڑھتا ہے۔ **(حاصل مطالعہ)**

گلوبل ٹنڈر

’’حج کمیٹی کی میٹنگ میں آج کئی اہم مسائل پر گفتگو ہوئی، اس اہم میٹنگ میں سبسڈی ختم کیے جانے کے بعد عازمین کو کم خرچ پر حج کے لیے گلوبل ٹنڈر پر بھی کمیٹی کے اراکین نے تبادلہ خیال کیا، لیکن امسال گلوبل ٹنڈر کو منظوری نہیں ملی ہے اور عازمین حج کو پرانے قوانین اور نظام سے ہی حج پر جانا ہوگا۔ (راشٹریہ سہارا ۲۱ر جنوری ۲۰۱۸)

یہ ممبئی حج کمیٹی کی میٹنگ کی رپورٹنگ ہے، جو محمد جاوید شیخ نے کیا ہے، اس میں ’’آج‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ’’آج‘‘ کا مطلب کیا ہے، ۲۱ر جنوری تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ خبر کم از کم ایک روز پہلے ہی دی جاتی ہے، یعنی جس کو خبروں کی دنیا میں ’’آج‘‘ کہا جاتا ہے، وہ حقیقتاً کم از کم کل کی خبر ہوتی ہے، البتہ پروگرام وغیرہ کے انعقاد کی خبر میں آج درج کیا جاتا ہے، تاکہ شرکاء تک واضح پیغام پہونچے، میٹنگ کی رپورٹنگ میں ایسا ممکن نہیں ہے، نمائندہ میٹنگ کی تاریخ درج نہیں کرسکا، چلیے میٹنگ ہوئی، امبارکشن پوائنٹ گلوبل ٹنڈر اور سبسڈی کے خاتمہ پر بحث ہوئی، عازمین حج کو بہتر اور زائد سہولیات فراہم کرانے پر سیر حاصل گفتگو ہوئی، اس گفتگو کا جو خلاصہ اور نتیجہ اس خبر میں درج ہے، اس کے مطابق امسال گلوبل ٹنڈر کو منظوری نہیں ملی ہے، سبسڈی کے ختم ہونے پر حجاج کرام پر بوجھ پڑسکتا ہے، انہیں زائد کرایہ بھی ادا کرنا ہوگا، امبارکشن پوائنٹ میں ایک کی تخفیف کی گئی، اندور کو ختم کرکے مدھیہ پردیش کے عازمین کو صرف بھوپال سے پرواز کی سہولت دی گئی، جبکہ اندور کے چار سو سے زائد عازمین حج بیت اللہ کا سفر کررہے ہیں، خبروں کے مطابق یہ سب فیصلے عازمین حج کو سہولت پہونچانے کی غرض سے کیے گیے ہیں۔

ظاہر ہے سبسڈی ختم ہوئی تو کرایہ کی زائد رقم حاجیوں کو ادا کرنی ہوگی، اس سے مفر کہاں؟ البتہ ایک بہت پرانا مطالبہ مسلمانوں کا رہا ہے کہ گلوبل ٹنڈر کرایا جائے جو کمپنی کم کرایہ پر آمد ورفت کو یقینی بنائے اس کے ساتھ معاہدہ کیا جائے، صرف ایرانڈیا سے سفر کے لیے عازمین کو مجبور نہ کیا جائے، اس ’’بے خبر‘‘ کو ایک ’’باخبر‘‘ نے بتایا کہ حکومت ہند کا جو معاہدہ سعودی حکومت سے ہے اس کے تحت پچاس فی صد عازمین حج کے نقل وحمل کا کام سعودی حکومت کرے گی اور پچاس فی صد ہندوستانی کمپنی، ہندوستان گلوبل ٹنڈر کرا کر کسی دوسرے ایرلائنس کو یہ کام سپرد نہیں کرسکتا، لیکن میٹنگ میں جو گفت وشنید ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ کے مطابق گلوبل ٹنڈر میں سعودی ایرلائنس کی شرکت ضروری ہے، رپورٹنگ کے مطابق چوں کہ امسال ’’سعودی عربیہ حکومت نے گلوبل ٹینڈر کو منظوری نہیں دی ہے، کیوں کہ اس میں سعودی ایرلائنس بھی شامل ہوتی ہے، اگر گلوبل ٹنڈر منظور کیا جاتا ہے تو اس کمپنی کو اہمیت نہیں دی جائے گی، جس میں سعودی ایرلائنس شامل نہیں ہوگی، اس صورت حال کی وجہ سے ممبئی حج کمیٹی نے امسال گلوبل ٹینڈر کو مسترد کردیا ہے۔

حج سفر سے متعلق سارے معاملات مرکزی حکومت کی وزارت اقلیتی فلاح دیکھتی ہے، عازمین کا سفر ایرانڈیا سے ہوتا ہے، جو حکومت ہی کا ادارہ ہے، اس لیے اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ عام دنوں سے دوگنا سہ گنا کرایہ بڑھا کر دونوں طرف کی حکومت اپنے اپنے ایرلائنس کو مضبوط کرنا چاہتی ہے یا کم از کم گھاٹے سے نکالنا چاہتی ہے تو اس کا مطلب ایرلائنس سے نہیں، اس ملک کی حکومت سے ہوتا ہے، ہماری حکومت چاہتی تو گلوبل ٹنڈر کی تیاری پہلے سے کرتی اور سعودی حکومت کو یہ باور کراتی کہ عام دنوں سے کئی گنا زیادہ کرایہ لینا عازمین حج کے حوالہ سے غیر مناسب ہے، تو سعودی حکومت اس پر غور کرتی اور عازمین کے لیے سہولت پیدا ہوتی، اسی طرح یہ کہنا کہ ہم سعودی معاہدہ کی رو سے دوسری ایرلائنس استعمال نہیں کرسکتے صحیح نہیں، کیوں کہ یہ تو ہر وقت ممکن ہے کہ ایجنسی کے طور پر ہندوستانی ایرلائنس کام کرے اور وہ چارٹر نقل وحمل کے لیے دوسری ایرلائنس کی فلائٹ کرایہ (ہائر) پر لے، ممبئی حج کمیٹی کی رپورٹنگ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ امسال گلوبل ٹنڈر کو منظوری نہیں ملی ہے، ظاہر ہے اس کے لیے حکومت ہند، وزارت اقلیتی فلاح اور مرکزی حج کمیٹی ممبئی نے کوشش ہی نہیں کی، خبر میں جو جملہ اور الفاظ درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے (بقیہ صفحہ ۱۱ر پر)

بلا تبصرہ

’’گذشتہ دنوں سپریم کورٹ کے چار سینئر ججوں کا سامنے آکر یہ بتانا کہ جمہوریت خطرے میں ہے، ہندوستان کے لیے کالے دن کی طرح ہے، عوام سے لیکر سیاسی لیڈران تک کو ہندوستان کے عدالتی نظام پر مکمل یقین ہے، لیکن اس واقعہ کے بعد سبھی عدالتی نظام کی طرف مشکوک نگاہ سے دیکھیں گے، اس طرح اس واقعہ سے ملک کی عدالت عظمیٰ کے وقار کو کافی نقصان پہونچا ہے، ججوں کے آپسی اختلافات عوام کے سامنے آنے کے بعد ان چار ججوں پر بھی طرح طرح کے سوال اٹھنے لگے ہیں، یہ ہندوستان جیسے جمہوری ملک کے لیے قطعاً اچھا اشارہ نہیں ہے۔ **(انشو کمار چودھری، ہندوستان ۲۳ر جنوری ۲۰۱۸)**

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عورتوں کا دائرہ کار:

﴿وہی اللہ ہے جس نے تمھیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا (یعنی حوا) کو بنایا؛ تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے، پھر (اولاد آدم کا حال یہ ہوا کہ) جب مرد اپنی بیوی سے ہم آغوش ہوا تو بیوی کو حمل ٹھہر گیا، ہلکا سا حمل، وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی رہی، پھر جب بوجھل ہوگئی تو دونوں نے اللہ سے (جو دونوں کا رب ہے) دعا کی کہ اگر آپ ہمیں صحیح وسالم فرزند عطا فرمائیں گے تو ہم شکر گذار ہوں گے﴾ (سورۂ اعراف:۱۸۹)

مطلب: اس آیت کی ابتدا میں حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کی پیدائش کا ذکر کیا گیا کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اسی طرح حضرت حوا کی تخلیق بھی اپنی حکمت بالغہ سے فرمائی اور پھر اس کے بعد توالد وتناسل کا سلسلہ شروع ہوا، گویا اس آیت میں اس امر کی نشاندہی کی گئی کہ تخلیق انسانیت کے اعتبار سے مرد وعورت کا آغاز ایک ہی سرچشمہ سے ہوا، اس حیثیت سے سارے انسان خدا کی نظر میں یکساں اہمیت واحترام کے لائق ہیں، ارشاد ربانی ہے کہ عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے سے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ (البقرہ:۲۲۸) البتہ حقوق کی تقسیم میں فطری صلاحیت واستعداد کی بنیاد پر دونوں کے دائرہ کار کو الگ الگ رکھا گیا؛ تاکہ اعتدال وتوازن قائم رہے؛ یعنی معاشرتی زندگی میں عورت کا بنیادی فریضہ خاندان سنوارنا اور بچوں کی تربیت ونگہداشت کرنا قرار دیا اور روزی کمانے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی اور اس ذمہ داری کے لحاظ سے اس کا یہ حق مقرر کیا کہ اس کو گھر کے نگہبان کا مرتبہ عطا فرمایا اور دونوں کو بشارت دی کہ وہ اپنی جدوجہد کے مطابق اللہ کے یہاں اعزاز واکرام کے مستحق ہوں گے؛ لیکن تہذیب جدید نے عورتوں کو مردوں کے شانہ بہ شانہ لاکھڑا کردیا، اس کی صنفی حیثیت کا پاس ولحاظ کئے بغیر انہیں شمع محفل بنادیا اور آزادی نسواں کا نعرہ لگا کر اس کی عزت وناموس کو تار تار کرنا شروع کردیا۔ ذرا غور کیجئے کہ ہوٹلوں اور ریسٹورینٹ میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط نے کس قدر شہوت رانی کی کیفیت پیدا کردی ہے، جس کی وجہ سے آج انسانی سماج میں فحاشی، بے حیائی اور آوارگی ایک وبائی شکل میں پیدا ہوتی جارہی ہے اور اس کی وجہ سے خاندانی نظام کے تار وپودے بکھرتے نظر آرہے ہیں، معاشی بہتری اور معیار زندگی کی ترقی کے باوجود لوگوں کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی، ان حالات میں مسلمانوں کو اپنا داعیانہ کردار ادا کرنے کے لیے میدان عمل میں آنا ہوگا اور دنیا کو بتانا ہوگا کہ اسلام نے عورتوں کے سروں پر عزت واحترام کا جو تاج رکھا ہے، اس کی حفاظت کی جائے اور دور حاضر کی تہذیب سے کنارہ کشی اختیار کی جائے؛ تاکہ دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن سکے اور ہماری معاشرتی وعائلی زندگی میں خیر وبھلائی کا خوشگوار ماحول بن سکے۔ مذکورہ آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے بچوں کی پیدائش پر شکر گذار بندہ بننے کی تلقین کی اور کہا کہ جب ہم نے تم کو صحیح سالم بچہ عطا کردیا تو مشرکانہ طرز عمل نہ اختیار کرنا کہ یہ کسی بزرگ کی طفیل میں پیدا ہوا ہے، یہ تصور مشرکانہ عقائد میں سے ہے، جن سے ایک مومن بندہ کو پرہیز کرنا چاہئے۔

ازدواجی زندگی میں خوشگواری:

{حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت بیدار ہوتے اور آپ کو یہ اندازہ ہوتا کہ میری آنکھ لگ گئی ہے تو آپ دھیرے سے جوتا پہنتے، آہستہ سے چادر اٹھاتے، پھر ہولے سے کواڑ کھولتے اور باہر آکر دھیمے سے بھیڑ دیتے۔} (نسائی)

وضاحت: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کا ہر گوشہ آئینہ کی مانند صاف وشفاف اور چاند وسورج کی مانند روشن وتابناک ہے، آپ کی سیرت کے مطالعہ سے قدم قدم پر رہنمائی ملتی ہے، جس کی نظیر کسی اور مذہبی پیشواؤں میں نہیں ملتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق وکردار کے اعلی معیار پر فائز تھے، ہمدردی وغمگساری، خیر وبھلائی کے معاملہ میں سب سے آگے تھے، دوسروں کے آرام وراحت کا اس قدر خیال فرماتے کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی الفت ومحبت اور خوش اخلاقی سے پیش آتے، ادھر ازواج مطہرات کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف محبت تھی؛ بلکہ عشق تھا، وہ شوہر کی خدمت واطاعت کو عبادت سمجھتیں اور آپس میں لطف وخوبی کے ساتھ زندگی گذارتیں، جب بھی راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے درمیان نہ پاتیں تو بے قرار ہوجاتیں، نسائی کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس نہ پایا، رات تاریک تھی، گھر اندھیرا تھا، تشویش پیدا ہوئی، ادھر ادھر ڈھونڈا اخر تلاش کرتی ہوئی قبرستان تک پہونچ گئیں تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح وتہلیل اور دعا واستغفار میں مشغول ہیں، الٹے پاؤں گھر واپس آئیں اور صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، ہاں، ہمیں رات میں کوئی کالی چیز سامنے جاتے ہوئے معلوم ہوئی تھی، اب سمجھ میں آیا کہ تم ہی تھی، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وفا شعار اور فرض شناس بیوی تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محبت، اعتماد اور تحفظ حاصل تھا، وہ بھی بدگمان نہیں ہوتیں۔ یاد رکھئے کہ جب ازدواجی زندگی حسن اخلاق اور خوش خلقی سے گذرتی ہے تو پرپیچ وادیاں بھی دیبا ومخمل سے زیادہ نرم وگداز بن جاتی ہیں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خانگی اور عائلی زندگی کو پرکیف اور مسرت بخش بنانے کے لیے بیویوں سے ہنسی ودل لگی کی باتیں بھی کرتے، کبھی کبھی دل بہلانے کے لیے مزاحیہ واقعات اور تفریحی کہانیاں سناتے، خود بھی تبسم فرماتے اور ازواج مطہرات کو بھی ہنساتے کھلاتے، اگر ہم بھی نبوی طریقہ پر ازدواجی زندگی گذاریں تو ہمارا گھر بھی جنت نشاں ہوسکتا ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کیا عہد نبوی وصدیقی میں تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی:

عام طور سے کہا جاتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک دور میں، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دوسال میں تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی؛ لیکن حضرت عمر نے اس قانون کو بدل دیا اور تین طلاق کو تین قرار دیا اور اس سلسلہ میں مسلم شریف کی ایک حدیث بھی پیش کی جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال میں جس روایت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دوسال میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تبدیل کرتے ہوئے تین قرار دیا، اس روایت کے الفاظ یہ ہے:

عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباس قال: کان الطلاق علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمربن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا فی أمر قد کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فأمضاه علیهم. (صحیح لمسلم: ۴۷/۱)

اس روایت کا مطلب وہ نہیں ہے جو سوال میں مذکور ہے؛ کیوں کہ تین طلاق مذکورہ دور میں بھی تین ہی شمار ہوتی تھی، جس پر قرآن وحدیث کے واضح نصوص موجود ہیں اور اگر تین طلاق دور نبوی اور صدیقی میں ایک شمار ہوتی تو حضرت عمر جیسے خلیفۃ المسلمین اور حضرات صحابہ کرام جیسے شیدائیان رسول اس کو ختم کرنے اور ایک جائز وحلال بیوی کو ناجائز وحرام کرنے کی جرأت وہمت کیسے کرسکتے تھے، کیا یہ حضرات غلطی پر جمع ہوسکتے تھے؟ (حاشا وکلا) یقیناً یہ غلط ہے اور سراسر غلط ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون وفرمان کو منسوخ وختم کرکے اپنا قانون نافذ کیا اور حضرات صحابہ کرام نے اس فیصلہ کو تسلیم بھی کرلیا، ظاہر ہے یہ غلطی حدیث کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

مذکورہ حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ عہد نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم سے لے کر عہد فاروقی کے ابتدائی دوسالوں تک لوگوں کا عام مزاج یہ تھا کہ ایک مرتبہ تین طلاق دینے کے بجائے سنت کے مطابق ایک طلاق دیا کرتے تھے؛ لیکن خلافت فاروقی کے تیسرے سال سے لوگوں نے جلد بازی شروع کردی اور ایک طلاق کے بجائے دھڑلے سے اکٹھی تین طلاقیں دینی شروع کردیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصول وضابطہ کے مطابق تینوں طلاقیں نافذ کردیں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ''**إن الناس قد استعجلوا فی أمر قد کانت لهم فیه اناة**'' کا جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ لوگوں کو جس کام میں سہولت تھی، انہوں نے اس میں جلد بازی شروع کردی، ظاہر ہے اگر شروع ہی سے تین طلاق کا رواج ہوتا تو پھر استعجال اور اناۃ (جلد بازی وسہولت) کا کیا مطلب تھا؟

لہذا اس حدیث میں طلاق الثلاث واحدۃ کا مطلب تین طلاق کو ایک قرار دینا نہیں؛ بلکہ تین طلاق کے بجائے ایک طلاق کے واقعہ اور مزاج کو بیان کرنا مقصود ہے اور اس طرح لوگوں کے مزاج اور عادت میں تبدیلی کو بیان کرنا مطلوب ہے، نہ کہ پہلے فیصلے کو منسوخ کرنا اور نئے قانون کو نافذ کرنا ہے؛ کیوں کہ اگر معاملہ نئے قانون کے نفاذ کا ہوتا تو حضرات صحابہ کرام بھی اس پر اجماع نہ فرماتے؛ بلکہ اس فیصلہ کا پوری قوت سے انکار فرمادیتے، حالانکہ کسی سے بھی انکار منقول نہیں ہے، یہی مطلب حضرات محدثین نے بیان کیا ہے، چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں:

''المراد أن المعتاد فی الزمن الأول کان طلقةواحدة وصار الناس فی زمن عمر یوقعون الثلاث دفعة فنفذه عمر فعلی هذا یکون اخبارا عن اختلاف عادة الناس لا عن تغیر حکم فی مسألة واحدة قال المازری: وقد زعم من لا خبرة له بالحقائق ان ذلک کان ثم نسخ، قال: وهذا غلط فاحش لأن عمر رضی اللّٰه عنه لاینسخ ولو نسخ وحاشاه لبادرت الصحابة الی انکاره''. (شرح مسلم: ۴۷۸/۱)

(مراد یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق کا دستور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تینوں طلاقیں بیک وقت دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں نافذ فرمادیا، اس طرح یہ حدیث لوگوں کی عادت کے بدل جانے کی خبر ہے، نہ کہ مسئلہ کے حکم کے بدلنے کی اطلاع ہے، امام مازری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حقائق سے بے خبر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تین طلاقیں پہلے ایک تھیں، پھر منسوخ ہوگئیں، یہ کہنا بری فحش غلطی ہے؛ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا، حاشاہ، اگر آپ منسوخ کرتے تو تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے انکار کے درپے ضرور ہوجاتے۔)

محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اس حدیث کا مطلب بیان فرماتے ہیں:

''أی کان الناس یطلقون واحدة بدل الثلاث ویکتفون بواحدة للتطلیق وکانوا لا یطلقون ثلاثا خلاف السنة وهم کانوا علی ذلک إلی خلافة عمر حتی صاروا فی عهده یطلقون ثلاثا دفعة خلاف السنة فأمضاه عمر علیهم''. (معارف السنن: ۴۷۱/۵)

(یعنی: لوگ تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دینے پر اکتفا فرماتے تھے۔ (بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ
پھلواری شریف
مورخہ ۱۱/جمادی الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۹/جنوری ۲۰۱۸ء روز سوموار

متاعِ گم گشتہ

کسی حکیم کے پاس ایک ضعیف، کمزور وناتواں انسان مرض کی تشخیص اور علاج کے لیے گیا، اس نے حکیم صاحب سے عرض کیا کہ بدن میں درد ہے، حکیم نے کہا ضعف کی وجہ سے ہے، مریض نے کہا سر چکراتا ہے، حکیم نے کہا ضعف کی وجہ سے ہے، مریض نے عرض کیا آنکھوں میں تارے ناچتے ہیں، اور پاؤں ڈگمگاتا ہے، حکیم نے کہا ضعف کی وجہ سے ہے، مریض کو سخت غصہ آیا، اس نے کہا، تم نے پڑھا کیا ہے، تم کو خالی ضعف ہی یاد رہ گیا ہے، حکیم صاحب نے انتہائی تحمل، بردباری اور سنجیدگی سے کہا، یہ جھنجھلاہٹ بھی ضعف کی وجہ سے ہے۔

آج مسلم معاشرہ میں کم وبیش جو برائیاں پھیلی ہوئی ہیں، ان کے اسباب وعلل پر جتنا غور کیجئے، اور جتنا بھی تجزیہ کیجئے اس کا جواب اس حکیم کی طرح ایک ہی سمجھ میں آتا ہے اور وہ ہے مکمل دین سے دوری اور مذہبی بیزاری، سماج میں کہیں ظلم ہو رہا ہے، دین سے دوری کی وجہ سے، رشوت، سودخواری، ناپ تول میں کمی بیشی، ملاوٹ کیا جارہا ہے، دین سے دوری کی وجہ سے، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، بددیانتی، غداری، دغا بازی، بہتان، چغل خوری اور آپسی جھگڑے عام ہیں، جواب ہے دین کی دوری کی وجہ سے، دورخاپن بدگمانی، غیر ضروری، مداحی، خوشامد، بخل، حرص وطمع بے ایمانی اور چوری نے سماج میں اپنی جگہ بنالی ہے، اور لوگ تیزی سے اس طرف بھاگ رہے ہیں، دین سے دوری کی وجہ سے، غیظ وغضب، بغض وکینہ، ظلم، فخر وغرور، ریا، خود پسندی، خودنمائی، فضول خرچی حسد اور فحش گوئی انسانوں کا مزاج بن گیا، جواب ایک اور صرف ایک ہے، دین سے دوری کی وجہ۔ آج زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی کا وجود نظر نہیں آتا، عفت وپاکبازی، شرم وحیا، رحم، عدل وانصاف، عہد کی پابندی دیکھنے کو نہیں ملتی، احسان، عفو ودرگذر، حلم وبردباری، انس ولطف، تواضع وخاکساری، خوش کلامی، ایثار، اعتدال، اور میانہ روی، خودداری یا عزت نفس، شجاعت اور بہادری، استقامت اور حق گوئی کے واقعات کتابوں میں ملتے ہیں، اور قصہ پارینہ بن گئے ہیں، گویا مسلم معاشرہ میں مکارم اخلاق اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کا دروازہ بند ہوتا جارہا ہے اور یہ متاع بے بہا، نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہو گیا ہے، اور اس کی جگہ رذائل تیزی سے لیتے جارہے ہیں، جو لوگ آج بھی فضائل اخلاق کو پکڑے ہوئے ہیں، وہ سماج کی نظر میں دقیانوس، لکیر کے فقیر اور بیوقوف سمجھے جاتے ہیں، اس سوچ نے سماج کو راہ راست پر آنے سے دور کر رکھا ہے، اسلام جو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آیا تھا، اور جس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر اعلان کیا تھا کہ ''میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ حسن اخلاق کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اتنا غلبہ تھا کہ کوئی وارد وصادر بھی بادی النظر میں اسے دیکھ کر محسوس کرسکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے اسلام لانے سے قبل جب اپنے بھائی کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کی تحقیق اور دریافت حال کے لیے بھیجا تو ان کے بھائی نے آکر جو رپورٹ پیش کی اس کا ایک جملہ تھا ''میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں'' اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے، جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو''۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا۔ ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں''۔ ایک اور حدیث میں ہے۔'' جب نامۂ اعمال تولے جائیں گے تو ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی، اس لیے کہ حسن خلق والا اپنے حسن خلق کی بدولت ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔

ہم جب دین سے دور ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کو فراموش کر بیٹھے تو اس کے نتیجے میں سارا معاشرہ فساد وبگاڑ، اخلاقی انارکی اور رذائل کی آماجگاہ بن گیا، اس لیے مسلم معاشرہ میں پھیلی برائیوں کو اگر دور کرنا ہے تو اس کا ایک اور صرف ایک طریقہ ہے اور وہ ہے دین کے ہر ہر جز پر عمل کے لیے اپنے کو آمادہ اور تیار کرنا، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ جس کے بنیادی مقاصد میں تنفیذ شریعت علی منہاج النبوۃ، یعنی شریعت کا نفاذ نبوی طریقۂ کار کے مطابق ہے، وہ مسلسل اس میدان میں کام کر رہی ہے، وفود کے دورے، مدارس اسلامیہ کے ڈویزنل پروگرام، تحفظ شریعت اور خواتین بیداری مہم اسی ہدف کے حصول کے لیے کیا جارہا ہے، حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی قیادت میں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی کی نگرانی میں یہ ساری تحریکیں منظم انداز میں چل رہی ہیں، اس سے سماج میں اصلاح کے عمل کو فروغ ہوگا، فرقہ پرستوں کے پروپیگنڈے کا دفاع کیا جاسکے گا، اور خواتین کو انکے دائرہ کار سے واقف کراکر سرکاری سطح پر دین میں مداخلت کی کوشش کو ناکام بنایا جاسکے گا، ان مقاصد کے حصول کے لیے امارت شرعیہ چاہتی ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اس مہم کا حصہ بنیں، علامتی نہیں، حقیقی، ذمہ دارانہ طور پر ہر گاؤں اور ہر محلّہ کے لوگ اس کے لیے تیار ہو جائیں تو معاشرہ کی اصلاح کا کام آسان ہو جائے گا، کیونکہ معاشرہ اور سماج فرد سے ہی بنتا ہے، صالح افراد کے مجموعہ کا نام صالح معاشرہ ہے، آئیے امارت شرعیہ کی اس مہم میں اپنی قوت واستطاعت کے مطابق شریک ہوں، یہ وقت کی ضرورت بھی ہے اور ایمان کا تقاضہ بھی۔

ہادیہ

گذشتہ چند سالوں سے فرقہ پرست طاقتوں کی جانب سے ''لو جہاد'' کا جو شوشہ چھوڑا گیا تھا، اور جس کے نتیجے میں کئی مسلم نوجوانوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا تھا، اس مہم پر روک لگانے کے لیے سپریم کورٹ کے سہ نفری بینچ کا ایک اہم فیصلہ سامنے آیا ہے، جس کی سربراہی چیف جسٹس دیپک مشرا خود کر رہے تھے، یہ فیصلہ ہادیہ عرف اکھیلا سے متعلق مقدمہ میں سپریم کورٹ نے سنایا، اس فیصلہ کی رو سے بالغ لڑکی اگر اپنی مرضی سے شادی کرتی ہے تو قومی تفتیشی ایجنسی (ان آئی اے) کو شادی کی جانچ کا حق نہیں ہے۔

ہادیہ میڈیکل کی طالبہ ہے، پڑھی لکھی ہے، بالغ ہے، اس نے شفیع جہاں (عرف شفین) سے اپنا مذہب بدل کر نکاح کرلیا، اس نے اپنی وضع قطع اسلامی بنالی اور شوہر کے ساتھ رہنے لگی، لڑکے کے والد اشوکن کو یہ گوارہ نہیں تھا، اس لیے اس نے فرقہ پرست طاقتوں کا سہارا لے کر اسے ''لو جہاد'' کا نام دیا، کیرالہ ہائی کورٹ نے دسمبر ۲۰۱۶ء میں اس بنیاد پر اس شادی کو رد کر دیا تھا، ہادیہ اور شفین آزمائشوں سے گذرتے رہے، سپریم کورٹ نے اپنے عبوری حکم میں ہادیہ کو کالج جانے کی اجازت دیدی تھی، لیکن اسے شوہر سے ملنے کی اجازت نہیں تھی، اس فیصلہ کی رو سے ہادیہ بالغ ہے، اس لیے اس مسئلہ پر نہ تو فریقین کو سوال اٹھانے کا حق ہے اور نہ ہی کسی کورٹ یا ایجنسی کو کسی قسم کی مداخلت کا حق ہے۔ وہ دونوں میاں بیوی کی طرح ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔

ہادیہ کے والد کا کردار اس معاملہ میں سب سے عجیب وغریب ہے، اس نے شفین پر الزام لگایا ہے کہ اس کا تعلق آئی ایس آئی سے ہے اور وہ اس کی بیٹی کو شام لے جاکر وہاں کے جہاں میں شامل کرنا چاہتا ہے، شفین نے بار بار اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اس کا دہشت گردوں سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، لیکن ''ان آئی اے'' اس کی جانچ کر رہی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شفین کے اوپر ابھی تلوار لٹک رہی ہے، اگر ان آئی اے اس پر دہشت گردی کا چارج لاتی ہے تو اسے ابھی راحت نہیں مل سکے گی۔ البتہ لو جہاد کے نام پر جیلوں میں بند کئی نوجوانوں کو اس فیصلے سے راحت مل سکتی ہے اور انہیں جانچ کے دائرہ سے باہر کیا جاسکتا ہے، لیکن عدالت کا نشان تو وہ مورت ہے، جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے اور اسی بنیاد پر قانون کو اندھا کیا جاتا ہے، قانون کے اندھے ہونے سے کیا ہوتا ہے، ججوں کی قوت تمیزی اور بصیرت تو سلامت ہے، حق وانصاف کے لیے بصارت سے زیادہ بصیرت کی سلامتی ضروری ہے۔

امریکہ کا معاشی بحران

ڈونالڈ ٹرمپ حکومت کے ایک سال پورے ہونے پر امریکہ کو معاشی بحران کا سامنا ہے، اس بحران کی وجہ سے امریکہ کی مالیات کو ہر ہفتہ اڑتیس ہزار کروڑ کا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، ۲۰۱۳ء کے بعد پہلی بار امریکہ کو ایسے حالات کا سامنا ہے، جس کی وجہ سے نو لاکھ سرکاری اہل کار بغیر تنخواہ کے گھر پر بٹھا دیے گیے ہیں، اوبامہ کے دور حکومت میں بھی ساڑھے آٹھ لاکھ سرکاری ملازم کو گھر بیٹھا دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے ۱۲۷۶۸ کروڑ کی سرکاری پیداوار متاثر ہوئی تھی اور وہاں کے معاشی نظام کو ایک ۵۳ء۱ لاکھ کروڑ کا نقصان اٹھانا پڑا تھا، جب کہ اس بار اڑتیس ہزار تین سو چار (۳۸۳۰۴) کروڑ روپے ہفتہ وار نقصان کا تخمینہ لگایا جارہا ہے۔

امریکہ میں اینٹی ڈفشنی ایکٹ لاگو ہے، جس میں فنڈ کی کمی ہونے کی صورت میں سرکاری ایجنسیوں کو اپنا کام کاج روک دینا پڑتا ہے، سرکار فنڈ کی کمی پورا کرنے کے لیے ایک اسٹاپ گیپ ڈیل لاتی ہے، جسے امریکہ کے ایوان نمائندگان اور سینٹ دونوں سے پاس کرانا ضروری ہوتا ہے، ٹرمپ حکومت وفاقی سرکاری اخراجات سے متعلق بل کو سینٹ سے پاس نہ کراسکی، سینٹ میں بل کی حمایت میں پچاس ووٹ پڑے، مخالفت میں اڑتالیس ووٹ پڑے؛ جبکہ بل پاس ہونے کے لیے ساٹھ ووٹ کی ضرورت تھی، سینٹ میں ری پبلکن کو ہی اکثریت حاصل ہے، لیکن ڈیموکریٹک کے پانچ ممبران کے ساتھ ریپبلکن کے پانچ ارکان نے بھی اس بل کی مخالفت میں ووٹ ڈالا؛ جس کی وجہ سے یہ بل لٹک گیا، اس صورت حال کے لیے دونوں پارٹی کے ارکان ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں، مسئلہ سب کے لیے اہم ہے، وفاقی ریاستوں کو زیادہ دشواری کا سامنا ہے اس لیے اس شٹ ڈاؤن کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے، خبر یہ بھی ہے کہ ڈونالڈ ٹرمپ نے تین روز کے بعد وفاقی مالیاتی بجٹ جاری کرنے کے لیے حزب مخالف سے امیگریشن کے مسئلے پر ایک ڈیل (معاملہ) کرلیا ہے، اس کے مطابق ۱۸/ فروری تک نیا امیگریشن بل لایا جائے گا، جس سے آٹھ لاکھ پناہ گزینوں کو ملک بدر کرنے سے بچایا جاسکے گا۔

۲۸/سال میں امریکہ کو پانچویں بار شٹ ڈاؤن مرحلہ سے گذرنا پڑ رہا ہے، ۱۹۹۰ء میں جارج بش کے دور حکومت میں یہ بحران ۳/دن، ۱۹۹۵ء میں بل کلنٹن کی حکومت میں ۶/دن، ۱۹۹۶ء میں انہیں کے دور حکومت میں ۲۱/دن اور بارک اوبامہ کے دور میں ۱۶/دن جاری رہا تھا، جس سے وفاقی ریاستوں کے کارندوں کو کھانے پینے کے لالے پڑ گیے۔

دراصل سینٹ کی خفگی ٹرمپ کے ذریعہ بچوں کو پناہ دینے والی پالیسی کو بدلنے کی وجہ کر ہے، ۲۰۱۲ء میں اوبامہ نے امریکہ پہونچنے والے بچوں کو رہنے، پڑھنے، اور کام کرنے کا حق دیا تھا، ٹرمپ اس پالیسی کو ماننے کو تیار نہیں ہیں، جس کی وجہ سے آٹھ لاکھ بچوں کا مستقبل داؤ پر لگ گیا ہے، اگر ٹرمپ نے ڈیموکرٹک کی بات نہیں مانی تو یہ معاملہ ۱۶/فروری تک لمبا کھنچ سکتا ہے۔

شٹ ڈاؤن کی وجہ سے تعمیر مکانات، مختلف قسم کی بیداری سے متعلق ایجنسیاں، تعلیم، کامرس وغیرہ کے محکمہ میں سبھی کارکنوں کی چھٹی کر دی گئی تھی؛ جبکہ محکمہ خزانہ، دفاع، نقل وحمل (ٹرانسپورٹنگ) اور صحت کے محکمہ میں آدھے اہل کاروں کو گھر پر رہنا پڑ رہا تھا، راشٹریہ پارک، آثار قدیمہ، میوزیم وغیرہ کو بند کر دیا گیا تھا، ویزا اور پاسپورٹ سے متعلق کام بند تو نہیں تھا، لیکن کارندوں کی کمی کی وجہ سے کام کے نمٹارے میں غیر معمولی تاخیر ہو رہی تھی، دشواریوں کے باوجود ضروری خدمات کے تحت ملکی تحفظ، ڈاک خانہ، ہوائی جہاز، ریلوے، اسپتال، بجلی، ٹیلس وغیرہ کی خدمات جاری رکھی جارہی تھی، کیوں کہ یہ محکمے عام لوگوں کی زندگی سے بلا واسطہ جڑے ہوئے ہیں اور ان میں شٹ ڈاؤن کا مطلب خانہ جنگی کو دعوت دینا ہے۔

MD ASADULLAH\Downloads\29.01.2018 naqueeb.inp 12/05/39 07:07 A PAGE 4 (1,1)

یادوں کے چراغ

ڈاکٹر ثوبان فاروقی

ایڈیٹر کے قلم سے

نامور شاعر، مشہور نقاد، معروف ڈرامہ نگار، ماہر تعلیم، استادوں کے استاذ ڈاکٹر ثوبان فاروقی کا ان کے وطن ثانی انور پور، حاجی پور ضلع ویشالی میں ۲۶/دسمبر ۲۰۱۷ء بوقت تین بجے دن انتقال ہوگیا، وہ لیور کے مریض تھے، ۱۹/دسمبر ۲۰۱۷ء کو انہیں پٹنہ کے پارس اسپتال میں داخل کیا گیا تھا، علاج جاری تھا، لیکن دن بدن وہ دنیاوی زندگی سے دور ہوتے جا رہے تھے، ۲۶/دسمبر کی صبح وہ کوما میں چلے گیے تو ڈاکٹروں نے علاج سے ہاتھ اٹھالیا اور بالآخر موت کے جام نے انہیں شفائے کاملہ، مستمرہ، دائمہ عطا کردیا، اب بیماری بھی ان کے جسم و جان کو نہیں لگے گی، ۲۷/دسمبر کو بعد نماز ظہر مولانا امتیاز الحق قاسمی امام وخطیب مسجد انور پور نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور تدفین ان کی قیام گاہ سے متصل انور پور حاجی پور قبرستان میں ہوئی۔ آخری دیدار کے لیے میں بھی حاضر ہوا، ان کے پس ماندگان میں تین بیٹے شہاب فاروقی، شکیب فاروقی، شارب فاروقی اور دو بیٹیاں عشرت صبا اور صولت حنا ہیں، مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل اللہ سے طلب کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر ثوبان فاروقی بن عبد المالک بن عبد الغفور کا وطن اصلی پر کھوپٹی، لہیر یا سرائے دربھنگہ تھا، ۳/اکتوبر ۱۹۴۰ء کو اس عالم گیتی میں انہوں نے آنکھیں کھولیں، ابتدائی تعلیم و تربیت کے مراحل والد کی نگرانی میں طے ہوئے، میٹرک انہوں نے شفیع مسلم ہائی اسکول دربھنگہ گریجویشن سی ام کالج دربھنگہ اور ام اے پٹنہ یونیورسٹی سے ۱۹۵۸ء میں کیا، تدریسی خدمات کا آغاز ۱۹۶۳ء میں شعبۂ اردو گوپال گنج سے ہوا، ۱۹۶۵ء میں وہ حاجی پور آر ان کالج کے شعبہ اردو سے منسلک ہوئے، بہار یونیورسٹی سے جب انہوں نے ام اے فارسی میں کیا تو اس سال والد صاحب ماسٹر محمد نور الہدیٰ رحمانیؒ (م ۸/اگست ۲۰۱۷ء) نے بھی ام اے فارسی کا امتحان دیا تھا اور پوری یونیورسٹی میں اول آکر گولڈ مڈل حاصل کیا تھا، بعد میں فاروقی صاحب نے شفق عماد پوری شخصیت اور شاعری پر پروفیسر عبد الواسع مظفر پور کی نگرانی میں مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، شادی کواہی پاتے پور ضلع ویشالی میں حاجی ابو زبیر عرف منا بابو کی دختر ثریا فاروقی (م یکم مارچ ۲۰۱۷ء) سے ہوئی تھی، اس طرح ان کا رشتہ ویشالی سے مصاہرت کا قائم ہوا، انہوں نے اس رشتہ کی وجہ سے حاجی پور کو وطن ثانی بنالیا۔

۲۰۰۰ء میں صدر شعبۂ اردو کی حیثیت سے ملازمت سے سبکدوش ہوئے، ۲۰۱۱ء، میں اپنی اہلیہ ثریا فاروقی اور صاحب زادہ شکیب فاروقی کے ساتھ انہوں نے حج بیت اللہ کیا، ۱۹۷۰ سے ۱۹۸۵ تک ملی وفلاحی ادارہ انجمن فلاح المسلمین حاجی پور کے ناظم اعلیٰ کے طور پر خدمت انجام دیں۔ حج کے بعد ان پر تصوف کا غلبہ ہوگیا تھا اور علائق دنیا سے دلچسپی کم ہوگئی تھی۔

پروفیسر ثوبان فاروقی کا نام وکام علمی وادبی دنیا میں بڑا تھا، وہ ایک جدت طراز شاعر، بہترین ڈرامہ نگار کی حیثیت سے متعارف تھے، جب مظہر امام نے آزاد غزل کو رواج دیا تو وہ ان کے مقلد اور مداح بن گیے، بلکہ اس زمانہ میں وہ خود بھی آزاد غزل و نظم لکھنے لگے تھے، وہ آزاد نظم کے مصرعوں کو اس طرح لکھتے تھے کہ خیالات تصویر میں ڈھل جاتے تھے، اور پڑھنے والا دوہرے سرور وکیف سے آشنا ہوتا تھا، ان کی تخلیقات آج کل، شمع، بیسویں صدی، دہلی، شب خوں الہ آباد، شاعر (ممبئی) ترجمان (عظیم آباد) وغیرہ میں شائع ہوا کرتے تھے، بچوں کے لیے ان کی کتاب، رحمٰن کے کارنامے ۱۹۸۲ء میں طبع ہوکر منظر عام پر آئی، نصف درجن سے زائد ڈرامے آکاش وانی پٹنہ سے نشر ہوئے، دو ڈرامے نئی نسلیں علی گڈھ میں اشاعت پذیر ہوئے، ۱۹۹۹ء میں حیات فصیح کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جو ماسٹر فصیح الدین صاحب حاجی پور پر لکھے گیے مضامین کا گلشن ہے، ان کا شعری مجموعہ ''سراب سا سراب جو'' ۲۰۰۵ء میں منظر عام پر آیا، اس مجموعہ کا نام انہوں نے پہلے ''ہوا اے ہوا'' رکھا تھا بعد میں بدل کر ''سراب سا سراب جو'' کردیا یہ ان کے ۱۹۶۱ء سے ۲۰۰۴ء تک کے منتخب کلام کا مجموعہ ہے، انہوں نے اپنی آخری زندگی میں پانچ کتابیں گرداب فنا (غزلوں کا مجموعہ) ماحصل (نظموں کا مجموعہ) سہ برگہ (ماہیے، دوہا، غزلیں) سچ بولنے کی روایت کا نیا آہنگ (تنقید) شفق عماد پوری کی تین نایاب تصانیف مرتب کیں اور ان کتابوں کو انہوں نے دو ماہ قبل ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی کو چھاپنے کے لیے دیا تھا، ۲۰۱۸ء میں یہ کتاب منظر عام پر آئے اس خیال سے طباعت میں تاخیر ہوئی، اور فاروقی صاحب ان کتابوں کو مطبوعہ شکل میں دیکھے بغیر راہی آخرت ہوگیے۔ فاروقی صاحب نہ صرف اچھے خیالات وکردار کے مالک تھے؛ بلکہ ان خیالات کو بڑی صاف ستھری اور خوبصورت تحریر میں رقم کرنے پر قادر تھے، پروفیسر عبد المنان طرزی نے لکھا ہے۔ ''یہ اگر اپنی خوبصورت تحریر میں کسی پڑھے لکھے آدمی کو گالی بھی دیں گے تو ان کی تحریر کی خوبصورتی کا جادو اس کے غصے کو ختم کردے گا، اور اپنے نام کی گالی بھی بشوق پڑھ لے گا،'' (رفتگاں وقائماں ۲۴۳)

پروفیسر فاروقی صاحب سے میری ملاقات بہت پرانی تھی، والد مرحوم کے وہ ہم درس تو نہیں؛ امتحان شریک تھے، لیکن ایک کا دوسرے سے تعلق والہانہ تھا، والد صاحب کے ساتھ ہی پہلی بار ان کے پاس جانا ہوا تھا، صدر جمہوریہ ایوارڈ ملنے کے بعد جب ڈاکٹر ممتاز احمد خان، انوار الحسن وسطوی اور ان کے رفقاء نے انجمن ترقی اردو ویشالی کے زیر اہتمام جب میرے اوپر سیمینار کیا تو انہوں نے ایک مضمون بھی احقر پر لکھا تھا جو ڈاکٹر مشتاق احمد مشتاق صدر شعبۂ اردو ویمنس کالج حاجی پور کی مرتب کردہ کتاب ''مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی شخصیت اور خدمات'' میں شامل ہے، جس میں میری حقیر ذات سے متعلق بڑے اونچے خیالات کا اظہار کیا تھا اور ان غیر مرئی لہروں کا ذکر کیا تھا، جو مجھے دیکھ کر ان کے شعور و وجدان کا حصہ بنا تھا اور جس کے پیش نظر انہوں نے محبت بھرے الفاظ قلم سے بکھیرے تھے، اپنے مضمون کا اختتام انہوں نے اس مصرعہ پر کیا تھا کہ ''کیا جانیے کہاں جا کرر کے قافلہ شوق'' اس کے بعد سے بار بار ان کے یہاں جانا ہوا، ہر بار خُردنوازی کا معاملہ کرتے، میں جن دنوں ام شمیم جرنلسٹ پر مجلہ مرتب کررہا تھا تو ان سے ایک نظم کی فرمائش کرڈالی، (بقیہ صفحہ ۱۱/پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

تخلیق کی دہلیز پر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

''تخلیق کی دہلیز پر''، فاروق اعظم قاسمی کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، داخلی شہادت تو کتاب میں نہیں ملی'' مگر جب کوئی قاسمی لکھتا ہے تو ذہن منتقل ہوتا ہے کہ اس نے دار العلوم دیو بند سے استفادہ کیا ہوگا، وہاں نہیں تو شاہی مراد آباد، یا امروہہ کے مدرسہ نے اسے علمی شعور بخشا ہوگا، ایسا شعور جس میں جاذبیت اور کشش بھی ہو اور فکری طہارت بھی، ''تخلیق کی دہلیز پر'' کے مشمولات کو دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ میں نے جو کچھ اور جیسا کچھ فاروق اعظم قاسمی کے بارے میں سوچا تھا وہ اچھا اور سچا نکلا اور دار العلوم دیو بند کے ادبی منظر نامہ میں ایک اور کا اضافہ ہوا۔

فاروق اعظم صاحب کی یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، انہوں نے ابواب کے عنوان کے بجائے ابجد وہوز کے الف، با، وغیرہ کا عنوان لگایا ہے اس کا فائدہ انہیں یہ ملا کہ وہ مختلف انداز کے مضامین کو اس ضمن میں سمیٹ پائے، باب لکھتے تو اس کے بعد ابواب کے عناوین بھی مقرر کرنے ہوتے اور اتنے متنوع مضامین کو سمیٹنے کے لیے الفاظ کے انتخاب میں جمنا اسٹک کرنی ہوتی، موجودہ حالات میں قارئین کو اس مرحلہ سے گذرنا ہوگا اور مضامین کی درجہ بندی کو الفاظ کا جامہ پہنانا ان کے لیے بھی آسان نہیں ہوگا۔

۲۲۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا انتساب دینی، سیاسی اور تعلیمی انقلاب کے محرک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے نام کیا گیا ہے، خیابان خیال میں حقانی القاسمی نے کتاب کے مشمولات اور مندرجات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے، استعارہ سے الگ ہونے کے بعد ان کی لفظیات میں سادگی آئی ہے، اور خیالات میں صفائی، ورنہ ان کی تحریریں استعارات اور کنایات سے اس قدر مزین ہوتی تھیں کہ ہم جیسے لوگ ان کی ہمہ دانی، اساطیری اور غیر ملکی ادب پر گرفت سے صرف مرعوب ہوا کرتے تھے، اب ان کی تحریریں عام قاری کی سمجھ میں بھی آنے لگی ہیں، یہ ایک اچھی بات ہے، یہ لکھنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ حقانی القاسمی کی تحریر اگر پہلے ہی کی طرح ہوتی تو قاری ان کے خیابان خیال میں گھوم پھر کر خالی ہاتھ چلا آتا، لیکن ایسا نہیں ہوا، ہم نے فاروق اعظم کی ''تخلیق کی دہلیز پر'' کو ان کے بیان کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا، حقانی القاسمی نے بجا لکھا ہے کہ

''تخلیق کی دہلیز پر فاروق اعظم نے اپنی تنقیدی دستکوں سے متن کے معانی اور معنویت کی کئی پرتیں کھولی ہیں، مگر معنویت پر معانی حاوی ہے، آئندہ کی تحریروں میں دونوں کے درمیان اگر توازن قائم رکھنے کی کوشش کریں تو تحریروں کو وہ تابندگی مل سکتی ہے، جو ہم عصروں میں انہیں ممتاز کرے گی''۔

فاروق اعظم قاسمی نے بجا لکھا ہے کہ ''نام نہاد ادبی حلقے میں عموماً مذہبی لٹریچر یا مذہبی شخص کے خلق کردہ ادب کو ادب نہیں مانا جاتا، حالاں کہ اس خیال کی حیثیت تار عنکبوت سے زیادہ نہیں ہے'' حقیقت واقعہ ہے، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے، ادب، ادب ہے، خواہ وہ کسی مذہبی انسان کی زبان سے نکلے، کسی پیغمبر کی زبان سے ادا ہو یا کسی آسمانی صحیفہ میں ہو، اس کی شرط یہ ہے کہ بات اس انداز سے کی جائے کہ دل پر اثر ہو، کہنے والا مطمئن ہو کہ میں نے بات اچھی طرح کہہ دی، سننے والا اس سے لطف اٹھائے اور اس کو قبول کرے، حسن پسندی تو یہ ہے کہ حسن جس شکل میں ہو اسے پسند کیا جائے، حضرت کے کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ ادب کا دائرہ محدود نہیں ہے، وہ کسی کے ذریعہ بھی سامنے آسکتا ہے، اور ادب کے اجارہ داروں کو اچھی طرح اس بات کو سمجھ لینا چاہیے۔

مذہبی اور اسلامی ادب کے حوالہ سے بات آگے نکل گئی، کہنا یہ تھا کہ اس کتاب میں کتابیات، خیابان خیال اور مقدمہ کو چھوڑ کر کل اکیس مضامین ہیں، (الف) کے ذیل میں ادب، تخلیق اور قاری کے رشتوں کی وضاحت کے بعد ادب پر بازار کی اجارہ داری پر اچھی گفتگو کی ہے، پروفیسر محمد حسن کی ادبی سماجیات کا تجزیاتی مطالعہ، منٹو کا موضوعاتی جہاں، منٹو کے خاکے میں عصمت چغتائی، پریم چند اور پریم چند کا اسلام پریم بھی پڑھنے کی چیز ہے، (ب) کے ذیل میں ان موضوعات کو آگے بڑھاتے ہوئے سوانح اور خاکہ کا فرق بتایا گیا ہے، اردو میں انشائیہ نگاری پر بھی مستند حوالوں کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، (ج) اور (د) کا تعلق مذہبی اور اسلامی ادب سے ہے اس ذیل میں مکتوباتی ادب اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، فضائل اعمال اور اردو ادب، تصوف کے چند منتخب اشعار: تعبیر و تشریح، اردو میں صوفیانہ شاعری: روایت اور بدلتے ہوئے رجحانات کا تعلق ادب میں جاگیرداری کے خلاف نعرۂ حق ہے، اور یہ باور کرانے کی کوشش بھی کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار اسلوب وہیئت کے اعتبار سے ادب کے سانچے میں ڈھلتے ہیں تو وہ انسانی زندگی کے لیے زیادہ مؤثر اور کیرکٹر و کردار کے سجانے سنوارنے میں خاصے معاون بنتے ہیں۔ (ہ) کے ذیل میں مختلف شعراء کی ادبی کاوش وشاعری کا تجزیہ کرکے ان کے مقام و منصب کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نظیر اکبر آبادی کی شاعری نے عوامی تہذیبی اور ثقافتی موضوعات کو جس طرح اپنی شاعری میں ڈھالا ہے، فاروق اعظم نے اسے تہذیبی موتیوں سے نیا تاج محل قرار دیا ہے، شاد عظیم آبادی کی غزلی کائنات، مولانا مناظر احسن گیلانی کا شعری جہاں، اختر الایمان کی شاعری میں انسانی قدریں، مولانا ریاست علی ظفر تاج تغزل کا آبدار موتی، باز آمد ایک منتاج، ایک تجزیاتی مطالعہ کا تعلق خالص تنقیدی ادب سے ہے، اس کے مندرجات سے مضمون نگار کے وسعت مطالعہ، باریک بینی اور ادب سے لگاؤ اور تعلق کا پتہ چلتا ہے، تجزیہ کی مضبوط صلاحیت نے ان مضامین ومقالات کو خاصہ دلچسپ بنادیا ہے، (د) کے تحت تین مضامین ہیں، اندر سبھا (منظوم ڈرامہ) اولیت واہمیت، اردو ڈرامے میں پارسی اسٹیج کی انفرادیت، فنون لطیفہ کا شاہ کار مغلیہ طرز تعمیر، (بقیہ صفحہ ۱۱/پر)

طلاق مخالف بل: حقائق و مضمرات

مولانا انیس الرحمن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

بل، جس کو مسلم ومن (پروٹیکشن آف رائٹس آن میرج) بل ۲۰۱۷ء کے نام سے پارلیامنٹ میں حکومت ہند کے وزیر قانون روی شنکر پرساد نے پیش کیا اور جو اپوزیشن کے اختلاف کے باوجود بغیر کسی ترمیم کے بی جے پی نے عددی قوت کی بنا پر لوک سبھا سے پاس کرالیا، اور اب اسے راجیہ سبھا میں منظوری کے لیے پیش کیا ہے، یہ بل اسلامی شریعت کے خلاف ہے اور مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول ہے، علاوہ ازیں یہ بل کئی قسم کی خرابیوں اور ناانصافیوں پر مبنی ہے، اس سے آئین میں دیے گئے کئی بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے، یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ بل مسلم عورتوں کو انصاف دلانے کے لیے نہیں بلکہ ان پر مزید ظلم ڈھانے اور مسلم مردوں کو زیادہ سے زیادہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیجنے کے مقصد سے پاس کیا گیا ہے۔

یہ بل سپریم کورٹ کے حکم اور ہدایت کے بھی خلاف ہے، اور کئی قسم کے تضادات کا مجموعہ ہے، ایک طرف تو اس میں تین طلاق کو کالعدم قرار دے دیا گیا ہے، اور دوسری جانب اس پر تین سال کی سزا بھی دی جارہی ہے، یعنی کہ طلاق واقع ہی نہی ہوئی، بیوی ابھی اس کے نکاح میں باقی ہی ہے، لیکن شوہر کو تین سال کے لیے جیل بھی ہورہی ہے۔ کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص اگر غیر جانب دار ہوکر اس بل کو دیکھے گا تو اس کو یہ بل غلطیوں کا پلندہ نظر آئے گا۔ اس بل کے مشمولات ایسے ہیں جو طلاق بائن اور خلع وغیرہ کو بھی شامل ہیں، یعنی طلاق کی کوئی بھی قسم جو کہ غیر رجعی ہو وہ اس بل کے دائرے میں آئے گی اور قابل سزا جرم قرار پائے گی۔ یہ بل کسی بھی صورت میں مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے، امارت شرعیہ اس بل کی مخالفت کرتی ہے اور اس معاملہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے موقف کی پرزور تائید کرتی ہے، ساتھ ہی کانگریس سمیت اپوزیشن کی تمام پارٹیوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ راجیہ سبھا میں اس بل کی مخالفت کریں اور اس کو پاس نہ ہونے دیں، تاکہ ملک کی سیکولر شبیہ اور اقلیتوں کو آئین میں دیے گئے بنیادی حقوق کی حفاظت ہوسکے۔

ہندوستان ایک بڑا جمہوری ملک ہے، جس میں مختلف ذات، مذہب اور رسم و رواج کے پابند مرد، عورت اور بچے ہیں، ان کے مختلف پرابلم و پریشان کن مسائل بھی ہیں، خاص طور پر ہندوستانی عورتوں کے ساتھ صنفی امتیاز کے بے شمار واقعات ہر روز ہوتے ہیں، اگر ہم ۲۰۱۱ء کی مردم شماری اور کرائم بیورو آف انڈیا کی رپورٹ میں آئے اعداد و شمار کو دیکھیں تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

پورے ملک میں ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے اعتبار سے کل 4,28,44,231 (چار کروڑ اٹھائیس لاکھ چوالیس ہزار دو سو اکتیس) بیوہ عورتیں ہیں، جن میں سے 3,56,77,567 (تین کروڑ چھپن لاکھ ستہتر ہزار پانچ سو سڑسٹھ) بیوہ عورتیں ہندو مذہب کی ہیں یعنی کل بیوہ عورتوں کی تعداد کا 83.27 فیصد حصہ ہندو مذہب میں ہے۔ کیا یہ عورتیں ایسی نہیں ہیں کہ سرکار ان کے بارے میں سوچے اور ان کو بھی انصاف دلانے کی فکر کرے، اعداد و شمار پر نظر ڈالی جائے تو ایک بڑی تعداد ہندو بیوہ عورتوں کی وہ ہے جن کی عمر ۴۰ سال سے کم ہے، جو سماج کے دباؤ میں تجرد کی زندگی گذار رہی ہیں۔ چونکہ ہندو مذہب اور سماج نکاح ثانی کی اجازت نہیں دیتا ہے، جس کی وجہ سے بیوہ عورتیں ناقابل بیان ظلم کا شکار ہورہی ہیں۔

اس کے علاوہ 23,45,194 (تئیس لاکھ پینتالیس ہزار ایک سو چورانوے) عورتیں ایسی ہیں جنہیں ان کے شوہروں نے بغیر طلاق دیے چھوڑ دیا ہے، جو تجرد کی زندگی گذار رہی ہیں حالانکہ وہ شادی کے بندھن میں بھی بندھی ہوئی ہیں۔ ان میں 19,04,390 (انیس لاکھ چار ہزار تین سو نوے) عورتیں ہندو ہیں۔ یعنی کل معلقہ عورتوں کا 81.20 فیصد حصہ ہندو مذہب میں ہے۔

اگر مطلقہ خواتین کی تعداد کی بات کی جائے اور مذہبی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم خواتین میں طلاق کا فیصد ہندو خواتین میں طلاق کے فیصد سے کم ہے۔ ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق جہاں مسلم خواتین میں مطلقہ خواتین 0.25% ہیں تو دوسری طرف ہندو عورتوں میں یہ فیصد 0.40% ہے۔ ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ اکثر مسلمان مطلقہ عورتوں کی دوسری شادی ہوجاتی ہے اور بہت ہی کم تعداد میں مسلم عورتیں ایسی ملیں گی جو طلاق کے بعد تجرد کی زندگی گذار رہی ہوں، جب کہ اس کے برخلاف ہندو عورتوں کی ایک بڑی تعداد طلاق ہونے کے بعد دوسری شادی نہیں کر پاتی ہیں اور تنہا زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اسی طرح اگر ہم نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے عورتوں کے خلاف جرائم کے پچھلے پانچ سالوں کے اعداد و شمار پر نظر ڈالیں تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۵ء کے بیچ کل 1,858,980 (اٹھارہ لاکھ اٹھاون ہزار نو سو اسی) جرائم کے واقعات عورتوں کے خلاف ہوئے۔ جن میں سے 57,048 (ستاون ہزار اڑتالیس) عورتوں کا جہیز وغیرہ کی بنیاد پر قتل ہوا، یا انہوں نے عاجز آکر خودکشی کر لی۔ 768,252 (سات لاکھ اڑسٹھ ہزار دو سو باون) عورتیں شوہروں یا ان کے رشتے داروں کے ظلم کا شکار ہوئیں۔ 211,045 (دو لاکھ گیارہ ہزار پینتالیس) واقعات عصمت دری کے، 331,368 (تین لاکھ اکتیس ہزار تین سو اڑسٹھ) واقعات اغوا کے، 364,328 (تین لاکھ چونسٹھ ہزار تین سو اٹھائیس) وارداتیں چھیڑ چھاڑ کی 58,713 (اٹھاون ہزار سات سو تیرہ) واقعات جنسی استحصال کے پیش آئے، 14,570 (چودہ ہزار پانچ سو ستر) لڑکیوں کی تسکری ہوئی، 1,938 (ایک ہزار نو سو اڑتیس) واقعات حقوق نسواں قانون کی خلاف ورزی کے ہوئے۔

ہمیں ان اسباب و واقعات کا پتہ لگانا چاہئے کہ قتل، اغوا، ظلم، عصمت دری اور بے سہارا چھوڑ دینے کے یہ واقعات کیوں انجام پارہے ہیں، یہ سبھی جرائم ایسے ہیں، جن کے خلاف پہلے سے قانون موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو قوانین پہلے سے موجود ہیں وہ ان جرائم کی روک تھام میں کیوں ناکام ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ سالانہ شوہروں کے ذریعہ اپنی بیویوں سے چھٹکارا پانے کے لیے قتل جیسے سنگین واقعات ہورہے ہیں؟ ہم نے اپنے جائزے میں پایا کہ قتل کے یہ واقعات کشمیر اور کشن گنج جیسے مسلم اکثریتی علاقوں میں نہ کے برابر ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہندو شوہروں کے لیے اپنی بیویوں کو طلاق دینا مشکل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یا تو انہیں بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں یا قتل جیسے سنگین واردات کو انجام دیتے ہیں۔ کیا عدالتیں ان قاتل شوہروں کو پھانسی کی سزا دیں گی؟ ہمیں تو عدالتی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے، حالانکہ ہر سال سات سے آٹھ ہزار شوہر اپنی بیویوں کو قتل کردیتے ہیں، یا ان کی موت کی وجہ بنتے ہیں۔ ایسی حالت میں اسلام کا نظام طلاق رحمت نظر آتا ہے، جس کی وجہ سے مسلم مرد اپنی زیادتیوں کے باوجود اپنی مسلمان بیویوں کو قتل نہیں کرتے ہیں اور اس کے لیے مسلم معاشرہ قابل ستائش ہے، لیکن ہم مسلم شوہروں کی طرف سے کی جانے والی زیادتیوں کے بارے میں کہیں گے کہ ان کی اصلاح کی ضرورت ہے، یہ اصلاح تعلیم، بیوی کی عزت و عظمت کے اظہار، سماجی زیادتیوں کی اصلاح کے لیے ترجیحی مہم سے ہوسکتی ہے۔ مرکزی حکومت نے بقول وزیر قانون، مسلم شوہروں کی طرف سے تین طلاق کے واقعات سے متاثر ہوکر مسلم ومن (پروٹیکشن آف رائٹس آن میرج) بل ۲۰۱۷ء کو لوک سبھا سے پاس کیا ہے۔ اس بل کے مسودے میں مقاصد و اسباب کے بیان کے تحت لکھا گیا ہے کہ:

''مورخہ ۲۲ اگست ۲۰۱۷ء کو عدالت عظمٰی نے سائرہ بانو بنام یونین آف انڈیا و دیگر اور دیگر متعلق مقدمات میں 2:3 کی اکثریت سے طلاق بدعت (ایک ہی وقت اور ایک ہی بار میں تین طلاق دیے جانے کو) بعض مسلم شوہروں کی جانب سے اپنی بیویوں کو طلاق دینے کے لیے طلاق بدعت کے طریقہ کے اپنائے جانے کو کالعدم کردیا، اس فیصلہ نے ہندوستانی مسلم عورتوں کو، بعض مسلم شوہروں کی جانب سے استعمال کیے جانے والے ایک ایسے پرانے، بے قاعدہ اور عجیب طریقۂ طلاق سے آزادی دلانے کے لیے حوصلہ فراہم کردیا، جس میں مصالحت کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔''

یہاں پر سب سے بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عدالت نے کالعدم قرار دے دیا، یعنی اس کو بے اثر مان لیا، تو کسی بے اثر لفظ کو بولنے کو قابل سزا جرم قرار دینا وہ بھی تین سال قید اور جرمانہ کی سزا جو قابل دست اندازی پولیس اور غیر ضمانتی ہوگا؛ کیسے درست ہوسکتا ہے، اس طرح کی سزا تو اغوا اور ڈکیتی جیسے سنگین جرائم کی سزا ہے، یہ نکاح و طلاق جیسے سول قانون کے لیے قطعی مناسب نہیں ہے، جبکہ یہ لفظ معاشرہ میں گالی بھی نہیں سمجھا جاتا کہ آپ کہنے لگیں کہ ایک گالی جیسے لفظ کو بولنے کی سزا ہے یہ۔

اسی مسودے میں قانون بنانے کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''عدالت عظمٰی کی طرف سے طلاق بدعت کو کالعدم قرار دیے جانے اور مسلم پرسنل بورڈ کی یقین دہانی کے باوجود ملک کے مختلف حصوں سے طلاق بدعت کے ذریعہ طلاق دینے کی خبریں موصول ہوئی ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طلاق بدعت کے کالعدم کیے جانے نے بعض مسلمانوں کے لیے اس طریقہ سے طلاق دیے جانے کی تعداد میں کمی لانے میں کوئی تنبیہی اثر نہیں کیا، اس لیے محسوس کیا گیا کہ عدالت عظمٰی کے حکم کو موثر بنانے کے لیے اور غیر قانونی طلاق کے متاثرین کو راحت دلانے کے لیے ریاستی عمل کی ضرورت ہے۔''

وزیر قانون کی یہ دلیل قابل غور ہے کہ عدالت عظمٰی کے فیصلہ کے بعد بھی واقعات ہورہے ہیں تو اس کے خلاف قانون بنا دیا جائے۔ سب سے پہلی بات تو جو تعداد پارلیامنٹ میں حکومت کی طرف سے بتلائی گئی غالبا ۶۶ کی ہے، یہ تعداد بیس کروڑ مسلم آبادی میں تین چار مہینے کی مدت میں کیا بہت زیادہ ہے؟ لیکن اس سے بحث نہیں ہے اگر ایک بھی تعداد ہو اور وہ معاملہ ظلم کا ہو تو اس پر قانون ہوسکتا ہے، یہاں پر سوال یہ ہے کہ جتنے بھی واقعات رونما ہوئے عدالت عظمٰی کے فیصلہ کے بعد اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

کیا قانوناً طلاق کے وقوع کا فیصلہ کیا گیا؟ یا اس کو کالعدم مانا گیا؟ اگر کالعدم مانا گیا تو جو شادی ٹوٹی نہیں، کیا آپ اس خاتون کے شوہر کو جیل بھیج کر کے توڑ دیں گے، کیا ایسا ممکن ہے کہ وہ تین سال کی سزا کاٹ کر دوبارہ اسی بیوی کے ساتھ گذارہ کر سکے؟ اور کیا وہ بیوی اب تین سال تک اس ساس سسر، نند، جیٹھ یا دیور کے ساتھ اس گھر میں گذارہ کر پائے گی، جس کے بیٹے یا بھائی کو اس نے ایسے کام کے لیے جیل بھجوا دیا جو کہ عدالت کے حکم کے مطابق بے اثر تھا؟ جب کہ شوہر کے پاس تین طلاق کے بے اثر ہوجانے کے باوجود بیوی سے چھٹکارہ پانے کی صورت طلاق رجعی (جو عدت کے بعد اثر انداز ہوگی) یا ایک طلاق بائن کی صورت میں موجود ہے اور سپریم کورٹ کے حکم نامہ کی روشنی میں یہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے دائرے میں نہیں آتی ہے، تو کیا اس نکاح کو قائم رکھا جا سکتا ہے، یقیناً نہیں، اور یہ قانون حکومت کے اس رویہ کو ظاہر کرتا ہے جو اس کا مسلمانوں کے ساتھ ہے، یعنی وہ مسلمانوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنا چاہتی ہے۔

وزیر قانون نے بل کو پیش کرتے ہوئے پارلیامنٹ میں اپنی تقریر میں کئی اسلامی ملکوں کا حوالہ دیا کہ وہاں طلاق ثلاثہ کو کالعدم قرار دیا گیا ہے، لیکن ان ملکوں کا نام نہیں لیا۔ وزیر قانون نے اس معاملہ میں سراسر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک میں طلاق ثلاثہ کو کالعدم قرار نہیں دیا گیا ہے، ہاں چند ملکوں میں ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک قرار دیا گیا ہے اور ایک طلاق کو قانوناً واقع تسلیم کیا جاتا ہے اور اس پر کوئی سزا نہیں دی جاتی ہے۔ اس لیے یہاں بھی سزا نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن بیشتر ملکوں میں تین طلاق دینے پر تین طلاق کے وقوع کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ سعودی عرب کے اندر بھی مجلس علماء کا فیصلہ ہے کہ تین طلاق دینے پر تین طلاق واقع ہوگی۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

فرقہ پرستی، عدم مساوات اور یوم جمہوریہ

مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ

آزادی کا لفظ اتنا پرکشش ہے کہ سنتے ہی ہرکسی پر خوشی کی ایک چادر تن جاتی ہے، انسان تو انسان جانور بھی طبعا آزادی پسند ہیں، پوری دنیا اپنے اعتبار سے آزادی کے نام پر جشن مناتی ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آزادی کے جشن منعقد کرنے والے اکثر ممالک آزادی کی حقیقی لذتوں سے آج بھی محروم ہیں، انہیں اپنی جامع او رمکمل آزادی آج بھی میسر نہ ہوسکی، اس سے انکار نہیں کہ دنیا کی کسی ملت نے اپنے پیروکاروں کو غلامی کا پروگرام نہیں دیا، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ آزادی کے نعرہ کے بعد حقیقی آزادی کا مکمل پروگرام پیش کرنے کی اسلام کے علاوہ کسی ملت نے جرأت بھی نہیں کی، اگر آزادی اور ملک کی جمہوریت کا مفہوم کوٹھی، بنگلہ، کیک، توس، مکھن، کھیل تماشا، گانا بجانا، آلات لہوولعب کی بہتات، نفسانی عیش ونشاط کے اسباب وسائل، ملکوں میں آمدورفت کی چھوٹ، ہوائی، بری یا بحری سیروسیاحت اور ہوس کی تکمیل کے سامان مہیا کرانے کے ساتھ انہیں خود پسندی، راحت طلبی، پارٹی فلینگ، غروروحسد، عصبیت، فرقہ ونسل پرستی، اپنی ہی قوم وملک کے بعض شہری کے لئے دوہرا پیمانہ اوران کے ساتھ بھید بھاؤ کی لعنت میں مبتلا کردینا ہے۔ تو مجھے یہ لکھنے میں ذرہ برابر تامل نہیں کہ یہ آزادی نہیں بلکہ بدترین قسم کی غلامی ہے، بلکہ آزادی کا مفہوم حق وصداقت، عدل وانصاف، ایثار ورواداری اور خدمت ومحبت کے جذبے کے ساتھ بے بسوں کی بے بسی دور کرنے ضعیفوں کو ابھارنے، بے کسوں کو سہارا دینے ،ظلم سے دبے ہوؤں کو اٹھادینے اور حدود سے گذر کر ابھرے ہوؤں کو ان کی حدووں سے اتار دینے، اونچ نیچ کا فرق اٹھا کر سب کو حقوق کے لحاظ سے مساوی سطح پر لے آنے کے ہیں، تاکہ ضعیف مظلوم نہ بننے پائے اور قوی کو ظلم وزیادتی کا موقع نہ مل سکے، پس آزادی کا حاصل بلا روک وٹوک پوری قدرت اور قوت کے ساتھ ادائے حقوق نکل آتا ہے، جس سے ظالم کے ہاتھ کٹ جائیں اور مظلوم کی بے دست وپائی ختم ہوجائے، جس کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دی ''انصر اخاک ظالما او مظلوما'' اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، اور قرآن کریم نے غلامی سے آزادی کی طرف قوموں کو آنے کی دعوت ماضی کے واقعات کی روشنی میں اس طرح دی **''فرعون زمین میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا'' اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف پارٹیاں بنا رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا، واقعی وہ بڑا مفسد تھا، اور ہم کو منظور یہ تھا کہ جن لوگوں کا زمین میں زور گھٹایا جارہا تھا، ہم ان کے ساتھ احسان کریں اور ان کو پیشوا بنادیں، اور ان کو مالک بنادیں اور ان کو زمین پر حکومت دیں اور فرعون وہامان اور اہالی وموالی کو وہ واقعات دکھادیں جن سے وہ بچاؤ کررہے تھے''** (قرآن کریم)

آیت بالا میں انسانوں کو غلامی کی طوق سے نکال کر آزادی کی نعمت کی طرف لانے کی خدائی تدبیر بتائی گئی ہے، جس کا حاصل یہی ہے کہ کمزوروں، ضعیفوں اور مظلوموں کی فریادرسی کی جائے، انہیں زندگی اور مراعات زندگی دیکر اوپری سطح تک لایا جائے، ظلم پسندوں اور زورآوروں کو ظلم وزیادتی سے روکا جائے تاکہ کمزور آزدی کا سانس لے سکے اور وقت کے فرعون اور ظلم پیشہ لوگ اپنی اصل حدوں میں آجائیں اور ظلم سے باز آجائیں۔

اسلام نے آزادی کا یہی مفہوم اور اس کی یہی تشریح بتائی ہے، اور آزادی کا سیدھا اور صاف ستھرا ترجمہ اس طرح کیا'' ایسا معاشرہ جس میں بے جا دباؤ سے کلیۃً چھٹکارا ہو، انسان کا دل ودماغ اور ضمیر آزاد ہو، عقل وفہم اور شعور وادراک بھی تعصب سے پاک اور آزاد ہوں تاکہ وہ جو کچھ سمجھے، بولے اور کرے اس میں اسکی اپنی بصیرت اور فہم وادراک سے ہو، دوسروں کا دباؤ اور جبر وقہر نہ سمجھے، پھر اس سمجھے ہوئے پر عمل کی آزادی اسے حاصل ہو، گویا آزادی کی اساس ضمیر اور اس کے باطن کی آزادی ہے، اگر انسان کا ضمیر آزاد ہے تو اس کی پوری دنیا آزاد ہے، ورنہ وہ آزاد ہوکر بھی غلام ہے، اور اس کی پوری دنیا غلام ہے، (ماخوذ از خطبات حکیم الاسلام)

اسلام نے عمل انسان ہی نہیں بلکہ ضمیر انسان کی آزادی کا بھی حکم دیا ہے، اور ضمیر کی آزادی کے ساتھ مافی الضمیر کو اپنی رائے کی آزادی کا بھی ہنر دیا ہے، اسلام جیسی سچائی اور حقانیت کے تسلیم کرنے میں بھی کسی طرح داخلی یا خارجی دباؤ سے متاثر نہیں ہونے دیا، مسائل کی صداقت جاننے کے لئے دلائل وبراہین، حجت وفراست، وجدان عقل وبصیرت اور قلب کی آواز پر دھیان دینے کا مشورہ دیا، اللہ تعالیٰ نے اصل مومن بندوں کی پہچان یہ بتائی ''اور یہ مومن بندے ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اندھے ہوکر نہیں کرتے بلکہ عقل وفہم کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں'' (القرآن) تاکہ ماننے کے ساتھ ان کا سمجھ لینا بھی ساتھ ساتھ رہے، اور اپنے نبی کی معرفت اعلان بھی کرادیا اور **''آپ فرمادیجئے کہ یہ میرا طریق ہے، میں خدا کی طرف سے اس طریق سے بلاتا ہوں تاکہ دلیل پر قائم رہوں، میں بھی اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں''** (القرآن) گویا اسلام کو خوارق ومعجزات اور خدائی افعال کے زور سے نہیں بلکہ عقل وخرد اور دلائل کی روشنی میں دیکھنے اور سمجھنے کی تلقین خود شارع نے کی، اس طرح اسلام نے انسان کی حقیقت میں آزادی کا تخم بویا، اس کے ساتھ انسانوں کو جھنجھورا کہ دل کی آواز ایک مخلصانہ رائے اور اپیل ہے جو بند رہنے کے لئے نہیں ابھاری جاتی بلکہ اس کا کھلم کھلا اظہار کرنے کے اٹھائی جاتی۔

یہاں رک کر مجھے جرأت کر لینے دیجئے کہ آزادی کی پہلی اینٹ انسان کے ضمیر کی زندگی اس کی درستگی اور اس کی آزادی ہے، اور دوسری اینٹ مافی الضمیر کے اظہار کی آزادی ہے ،اس کی روشنی میں ابتدائی سطور میں لکھی گئی، میری تحریر'' دنیا کے بیشتر ممالک آزادی کا جشن منانے کے باوجود حقیقی اور عملی آزادی کی لذتوں سے محروم ہیں، صدفی صد صحیح ہے، ہم خود اپنے ملک اور ملک کے سیاہ سفید کے مالک حکمرانوں میں ان کی طرز حکمرانی، ملک کو عصبیت اور فرقہ پرستی کے نہج پر چلانے کی روش دیکھ کر فیصلہ کرسکتے ہیں کہ انہیں ضمیر کی آزادی بھی حاصل ہے یا نہیں، یا ان کا ضمیر بھی غلامی کے زہر سے مسموم ہوگیا ہے، کہاں ہے امن وآشتی، کہاں ہے عدل وانصاف، کہاں ہے ایثار وفاء، کہاں ہے اپنے سبھی ماتحتوں کے ساتھ مساوات، کہاں ہے روزگار میں سبھوں کی شراکت، کہاں ہے بے خوفی اور تحفظ کا احساس، کہاں ہے قانون کی بالادستی، کہاں ہے جھوٹا نعرہ ''سب کا ساتھ سب کا وکاس'' پر عمل، کہاں ہیں ملک کی اقلیتیں جمہوریت محفوظ، کہاں ہے ملک کی سلامتی؟ کہیں نوجوانوں پر حملہ، کہیں خواتین کی عزت وناموس سے کھلوار، کہیں فرقہ پرستی، کہیں نسل پرستی، کہیں دستور ہند پر حملہ، کہیں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مختلف رویے، کہیں پرسنل لاء پر حملہ، کہیں مذہبی آزادی سلب کرنے کی کوشش، کہیں انسان انسان میں فرق، کہیں خون خون میں تمیز اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملک کی عدلیہ پر بھی خطرات کے بادل، کیا یہی ہے آزاد ملک اور یہی ہے آزادی، اور یہی ہے ملک کی جمہوریت ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، اے ملک سے محبت کرنے والو، وطن کے تئیں الفت وپیار رکھنے والو! اس آزادی کے مشن کو مزید مضبوط کرو اور مکمل آزادی کے علم کو لیکر پوری قوت سے آگے آؤ، جس آزادی کا خواب ملک کی آزادی کے لئے ہزاروں لاکھوں شہیدوں نے اپنے خون کی قربانی دیکر دیکھا تھا اور جس آزادی کے شجر کی آبیاری شہید اشفاق اللہ خان، حوالدار عبدالحمید، مولانا اسماعیل شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی، ومولانا ابوالکلام آزاد، گاندھی جی، سبھاش چندر بوش، پنڈت جواہر لال نہرو، ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر جیسے لوگوں نے کی تھی۔

آج ملک کو گاندجی کے قاتل گوڈسے کی خطرناک راہوں پر لے جایا جارہا ہے، جو ملک کی آزادی پر منظّم حملہ اور فکری غلامی کی خشت اول ہے، جو مضبوطی کے ساتھ ڈالی جاچکی ہے، ملک کے تمام باشندوں کو اپنے وطن عزیز کی فکر کرنی ہوگی اور اپنے ضمیر کی آواز پر ملک کے دوست اور ملک کے دشمن کی شناخت کرنی ہوگی، تبھی ملک محفوظ رہے گا اور ملک کی مکمل آزادی پر ہم فخر کرسکیں گے اور تبھی علامہ اقبال کے شعر کا مصرعہ لوگوں کو متاثر کرسکے گا۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔

حج سبسڈی ختم ہونے کے باوجود سفر سستا ہوسکتا ہے!!!

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ م بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

حج ایک مقدس فریضہ ہے، جسے اللہ نے صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض کیا ہے، حج کے لیے جانے والوں کی تعلیم وتربیت، ان کے لیے سفری سہولیات کا نظم اور انہیں مشکلات اور دشواریوں سے بچانا اور دوران حج آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کرنا ایمان والوں کی ذمہ داری ہے، اگر کہیں حاجیوں کے ساتھ سفر کے نام پر قربانی یا رہائش وغیرہ کے نام پر زیادہ پیسے لیے جاتے یا دھوکہ دیا جاتا ہو تو اس سے بچانا نہ صرف حج کمیٹی کی ذمہ داری ہے، بلکہ علماء کرام، ائمہ مساجد اور دانشوران بلکہ عام مسلمانوں اور خاص طور حکومت ہند، ممبران پارلیامنٹ، حج کے وزیر ودیگر افراد کی بھی ذمہ داری بنتی ہے، اس وقت ایک اہم مسئلہ جو ہندوستان میں موضوع بحث بنا ہوا ہے، وہ حج سبسڈی کا ہے، جسے ۸/مئی ۲۰۱۲ء کو سپریم کورٹ نے دس برسوں میں تدریجاً ختم کرنے کا فیصلہ سنایا تھا، اس فیصلہ کی بنیاد پر اسے ۲۰۲۲ء میں ختم ہونا تھا۔ لیکن ۱۶/جنوری ۲۰۱۸ء کو مرکزی حکومت نے متعینہ میعاد کے ۴/سال پہلے ہی حج سبسڈی کو ختم کردیا، سپریم کورٹ کے جسٹس آفتاب عالم اور جسٹس رنجنا پرکاش دیسائی کی بنچ نے اپنے فیصلہ میں حکومت ہند کو یہ ہدایت دی تھی کہ حاجیوں کو دی جانے والی سبسڈی دس سالوں میں ختم کردی جائے اور اس پیسے کو مسلم قوم کی سماجی اور تعلیمی ترقی پر خرچ کیا جائے۔ سپریم کورٹ نے اپنے آبزرویشن میں یہ بھی لکھا تھا کہ پچھلے انیس سالوں میں حاجیوں کی تعداد اور سبسڈی کی رقم میں بھی لگاتار اضافہ ہورہا ہے، جس کی وجہ سے سرکار کو اس پر کنٹرول کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے، جہاں ۱۹۹۴ء میں حاجیوں کی تعداد ۲۱۰۳۵ (اکیس ہزار پینتیس) تھی اور آمدورفت کا کرایہ فی حاجی صرف ۱۲۰۰۰/روپئے تھا، اس وقت حکومت کی طرف سے دی جانے والی سبسڈی کی رقم کل ساڑھے دس کروڑ تھی، جو ۲۰۱۱ء میں بڑھ کر ۶۸۵ کروڑ روپئے ہوگئی ۲۰۱۲ء میں جب سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا تھا اس سال ۸۳۶/کروڑ روپئے سرکار نے سبسڈی کے طور پر دیے تھے۔ سپریم کورٹ کے اسی فیصلہ کی بنیاد پر مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور مختار عباس نقوی نے اعلان کیا کہ سبسڈی کی رقم کو مسلم خواتین کی تعلیم پر خرچ کیا جائے گا۔ ہمیں امید ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے مطابق سرکار مسلم قوم کی تعلیم اور سماجی ترقی کے لیے اپنے بجٹ میں ۸۳۶/کروڑ روپئے کا اضافہ کرے گی۔ اور سرکار کو چاہئے کہ سبسڈی کی جتنی رقم سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۷ء تک بچی ہے، اس کو بھی مسلم قوم کی تعلیم اور سماجی ترقی پر خرچ کرے اور بجٹ میں اس رقم کا اضافہ کرے۔ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ حج سبسڈی سے سرکار ایرانڈیا کو فائدہ پہونچاتی ہے، ہوسکتا ہے کہ جزوی طور پر یہ بات کسی قدر صحیح ہو، حقیقت یہ ہے کہ حج کمیٹی کے ذریعہ جتنے حاجی حج کے مقدس سفر پر جاتے ہیں، اس میں سے سعودی ایرلائنس آدھے سے زیادہ حاجیوں کو اپنے ایرلائنس کے ذریعہ لے جاتی ہے، بلکہ ماضی میں ۷۵/فیصد تک حاجیوں کو وہ لے جاتی رہی ہے، اور ان کا کرایہ بھی سعودی ایرلائنس خود طے کرتی ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حج سبسڈی کا ۵۰/فیصد سے ۷۵/فیصد حصہ سعودی ایرلائنس کو جاتا ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ایرانڈیا کے پاس تمام ہندوستانی حاجیوں کو لے جانے کے لیے اتنی مقدار میں اپنے جہاز نہیں ہیں اور نہ وہ کوشش کرتی ہے کہ اپنے ملک کے دیگر جہازوں کو اس کے لیے استعمال کرے، سعودی عرب نے یہ شرط لگا رکھی ہے کہ پچاس فیصد حاجیوں کو اپنے ایرلائنس سے لے جائے گی۔ سعودی عرب کی اس شرط کی وجہ سے مرکزی حکومت کی وزارت شہری ہوابازی یا وزارت اقلیتی امور یا حج کمیٹی یک طرفہ طور پر گلوبل ٹینڈر کرنے کی تجویز منظور کرکے عمل نہیں کرسکتی ہے، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حج کمیٹی آف انڈیا نے حج سبسڈی اور گلوبل ٹینڈر کے بارے میں اپنی حالیہ میٹنگ کے بعد پریس ریلیز میں کہا ہے کہ حکومت سعودی عربیہ نے گلوبل ٹینڈر کو منظوری نہیں دی ہے۔ ہمیں وزارت اقلیتی امور حکومت ہند سے امید ہے کہ وہ گلوبل ٹینڈر پر خصوصی توجہ دے گی اور آئندہ برسوں میں اسے جاری کرے گی مگر اس مسئلہ کا واحد حل گلوبل ٹینڈر نہیں ہے، جو لوگ ایرلائنسوں کے دہلی، جدہ یا ہندوستان کے کسی بھی بڑے شہر سے جدہ آمدورفت کے کرایہ سے واقف ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ ہر ایرلائنس سال کے کچھ دنوں میں خصوصی اسکیمیں دیتی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۱/پر)

تحریک ریشمی رومال اور برادرانِ وطن

مولانا فاروق اعظم قاسمی ۱۶۰/ پیریار ہاسٹل، جے این یو ، نئی دہلی ۶۷

مجھے سب سے پہلے تو اسی بات پر اعتراض ہے کہ اس عظیم اور عالمی تحریک کا نام ریشمی رومال کیوں مشہور ہو گیا۔ ۱۹۱۶ء میں ریشمی کپڑے پر لکھے تین خفیہ خطوط انگریزی سی آئی ڈی کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ انگریزوں نے اس کی چھان بین کی اور ایک ہزار صفحات پر اس کی رپورٹ تیار کی اور اس کا عنوان ''ریشمی خطوط کیس'' متعین کیا۔ اس عنوان سازی کے پس پردہ بھی سفید فام نے اس تحریک کو کنڈم اور محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔

میرا خیال ہے کہ اس تحریک کا نام یا تو تحریک شیخ الہند یا پھر تحریک دیوبند ہونا چاہیے تھا۔ مشہور محقق و عالم مولانا عبدالحمید نعمانی نے بھی تحریک شیخ الہند کو ایک کل اور ریشمی رومال کو اس کا ایک جز اور باب قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس رپورٹ کے ترجمہ و ترتیب کا وقت آیا تو سید محمد میاں صاحب نے اس کا نام ''تحریک شیخ الہند'' رکھا، کیوں کہ ریشمی رومال سے ذہن مخصوص و محدود سرگرمیوں ہی تک پہونچ پاتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ تحریک شیخ الہند میں انجمن ثمرۃ التربیت، جمعیۃ الانصار، ریشمی خطوط کیس، ہندو مسلم اتحاد کی جدوجہد، مختلف ممالک بطور خاص اسلامی ممالک سے امداد و تعاون کی بے پناہ کوششیں، اس کے نتیجے میں تین سال سے زائد کی قید و بند کی مشقتیں، وہاں سے واپسی کی بعد ترک موالات کا فتویٰ، عدم تشدد کی تائید و توثیق، جمعیۃ علمائے ہند کا قیام اور آخر میں ایک آزاد قومی یونیورسٹی کی تاسیس سب شامل ہے۔

انجمن ثمرۃ التربیت (۱۸۷۸ء) اور جمعیۃ الانصار (۱۹۰۹ء) کی سرگرمیاں ہوں یا سلسلۂ تدریس و تصنیف یا دور صدارت دارالعلوم ہو یا پھر قیام جامعہ، یہ بوریہ نشیں ہر ڈگر پہ آزادئ ہند کا مرغ بسمل اور لیلائے آزادی کا صحرا نورد قیس دکھائی دیتا ہے۔ اس داڑھی، ٹوپی اور کرتا والے نے فرش سے عرش تک کا سفر کس طرح طے کیا وہ قابلِ دید و شنید ہے۔

اس معمولی گوشت پوست کے ڈھانچے کے اندر ملک کی آزادی کا جنون اور سفید فاموں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ یوپی کے گورنر جیمس میسٹن نے کہا تھا ''اگر اس شخص کی بوٹی بوٹی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریز کی عداوت ٹپکے گی''۔ (دارالعلوم: ادبی شناخت نامہ، حقانی القاسمی، آل انڈیا تنظیم علمائے حق نئی دہلی، ۲۰۰۶ء ص: ۳۱) اسی طرح تاسیس جامعہ کے موقعے پر شیخ الہند کی خرابی صحت کی وجہ سے کچھ مروت کے ماروں نے انھیں علی گڑھ سفر سے باز رہنے کی درخواست کی تو انہوں نے یہی کہا تھا ''اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسے میں ضرور شریک ہوں گا''۔ (نقشِ حیات، مولانا حسین احمد مدنی، دارالاشاعت کراچی، تاریخ اشاعت ندارد، ج:۲ ص:۶۷۶)

آمدم برسر مطلب، شیخ الہند کی اس تحریک میں برادرانِ وطن کی کس قدر شرکت و شمولیت رہی ہے اور ساتھ ہی اس نکتے کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ حضرت شیخ الہند اپنی اس جدوجہد سے کیا چاہتے تھے؟ آیا ایک خالص اسلامی حکومت کا قیام تھا یا پھر ایک آزاد اور جمہوری حکومت کا قیام؟ شیخ الہند کی زندگی اور ان پر لکھی مختلف تحریروں اور ان کے خطبات و مکتوبات کے گہرے مطالعے سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ ان کا مقصد اسلامیان ہند کا خواب نہیں بلکہ ایک ایسے آزاد ہندوستان کا خواب تھا، جہاں ہر انسان جس طرح بے روک ٹوک دھوپ کی کرنوں اور بارش کے قطروں سے فائدہ اٹھاتا ہے اسی طرح وہ زندگی کے ہر ڈگر اور ہر موقعے پر بغیر کسی گھٹن کے سانس لے سکے اور اپنے جینے کا سامان کر سکے اور سماج کا ہر انسان اپنے اپنے مذہب کے مطابق کھل کر جینے کا حق رکھتا ہو، یہاں کی تمام اقوام باہم شیر شکر بن کر رہیں۔

اسلام کے نظام زندگی پر جس طرح شیخ الہند پختہ یقین رکھتے تھے اسی طرح اسلام کے جذبۂ رواداری کا سبق بھی ان کے پیش نظر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جامعہ کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی تو آپ نے ایک راہنما اصول بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''اس یونیورسٹی کا تمام تر نظام عمل اسلامی خصائل اور قومی محسوسات پر مبنی ہوگا''۔ (خطبہ صدارت برائے تاسیس جامعہ ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۰ء علی گڑھ) ''اسلامی خصائل'' کے ساتھ ''قومی محسوسات'' کا لاحقہ شیخ الہند کے گہرے اسلامی شعور اور اسی جذبۂ رواداری کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ انھوں نے طلبہ کو یہ نصیحت بھی کی تھی کہ وہ اپنے مذہبی شعار کے ساتھ ساتھ اپنے ہم قوموں کے دکھ درد کا مداوا کرنے والے ہوں اور ذمہ داروں کو یہ تاکید کی کہ اس ادارے کا دروازہ ہندی قوم کے ہر بچے کے لیے ہمہ وقت کھلا رہے۔ بقول عبدالحمد نعمانی صاحب ''دیگر مسلم طلبہ کے ساتھ گاندھی جی نے بھی اپنے بیٹے کو سرکاری کالج سے ہٹا کر جامعہ میں داخلہ کرایا تھا''۔

اب ہم ذرا اپنے قرنِ گزشتہ کو آواز دیتے ہیں کہ آخر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اندر اس جذبے کی چنگاری کس نے لگائی۔ تاریخ دارالعلوم میں محبوب رضوی مرحوم نے لکھا ہے کہ ابتدا میں دارالعلوم میں فارسی و ریاضی کے درجات میں اچھے خاصے ہندو طلبہ پڑھا کرتے تھے اور ایک مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن جب انگریزوں نے ملازمت کے لیے سرکاری تعلیم اور سرکاری سند کو لازمی قرار دے دیا تو پھر شدہ شدہ یہ پوری ٹولی بکھر گئی۔
(تاریخِ دارالعلوم دیوبند، سید محبوب رضوی، ادارۂ اہتمام دارالعلوم دیوبند (1992) جلد 1، ص: 194)

اسی کا لازمی ثمرہ تھا کہ دارالعلوم کو برادرانِ وطن کی محبت و عقیدت اول روز سے حاصل رہی۔ منشی تلسی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ تیج ناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال اور رام لال جیسے دیالو غیر مسلم دارالعلوم دیوبند کے مستقل چندہ دہندگان میں تھے۔ منشی نول کشور اپنے مشہور زمانہ مطبع ''اعظم'' لکھنؤ کی قیمتی قیمتی کتابیں دارالعلوم کی لائبریری کو برابر ہدیے میں ارسال کرتے بلکہ اپنے اخبار ''اودھ اخبار'' کو بھی دارالعلوم کے نام مفت جاری کر رکھا تھا۔ تاریخ دارالعلوم میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

خیر سگالی کا یہ جذبہ کسی نہ کسی درجے میں آج بھی جاری ہے ابھی چند سال قبل دیوبند کے ایک معزز ہندو گھرانے کی ایک بیٹی نے شیخ الہند کی اسی تحریک پر ہندی زبان میں میرٹھ یونورسٹی سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی ہے۔

اس تصویر کے بعد ہم آگے بڑھتے ہیں۔ حضرت شیخ الہند نے جب جمعیۃ الانصار کے ذریعے باضابطہ اپنے مشن کا آغاز کیا تو اس میں چند اساتذہ و طلبہ کے ساتھ کچھ ہندو حضرات کو بھی اس میں شامل کیا۔ چوں کہ یہ مشن انتہائی خفیہ انداز کا تھا اس لیے اس کی ابتدا کی تفصیل بھی معدوم ہے۔ صاحب ''تذکرۂ شیخ الہند'' مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری نے ''اراکین ریشمی رومال'' کے ضمن میں کچھ ہندو حضرات کا بھی تذکرہ کیا ہے جن سے خفیہ میٹنگ کے لیے شیخ الہند نے ایک علاحدہ کمرہ بھی کرایے پہ لے رکھا تھا لیکن تفصیل بتانے سے ان کا قلم بھی خاموش ہے۔ (تذکرۂ شیخ الہند، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مکتبہ فدائے ملت مرادآباد، ۲۰۱۲ء، ص: ۲۵۶) ممکن ہے کہ یہ شرکا بھی حضرت شیخ الہند ہی کے شاگرد رہے ہوں۔ کاش! ان ناموں کا سراغ لگ پاتا۔

یہاں آکر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ صوبہ سرحد اور افغانستان میں شیخ الہند کے ہزاروں شاگردان اور فیض یافتگان بھی بستے تھے اور وہ حضرت کے مشن سے ایک گونہ واقف بھی تھے اس لیے انھیں اپنی تربیت پر بھروسہ تھا۔ بقول مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم ''جب میں افغانستان پہنچا تو ایسا محسوس ہوا کہ گزشتہ پچاس برسوں سے اس مہم کی تیاریاں چل رہی تھیں، میں انگشت بدنداں رہ گیا۔'' اس تحریک کو ایک طرح سے طلبہ تحریک بھی کہہ سکتے ہیں مولانا سندھی کے ساتھ سفر کابل میں جہاں دیگر رفقا تھے وہیں غیر مسلم رضاکاروں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی۔

ویسے تو کئی ہندو صاحبان جرمن و جاپان جاکر آزادئ ہند کی کوشش میں جٹ چکے تھے ان میں امبا پرشاد، ہردیال پرشاد اور سروجنی نائیڈو کے بھائی چٹوا پادھیائے کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں؛ لیکن شیخ الہند کی عبوری حکومت میں واضح طور پر راجہ مہندر پرتاپ اور چمپا کرن پلئی ہی کے نام سامنے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ہندو حضرات اس حکومت کا حصہ رہے ہوں گے۔ ممکن ہے مذکورہ حضرات بھی اس میں شامل رہے ہوں اور اپنے اپنے مقام سے ہاتھ بھی بٹا رہے ہوں! لیکن افسوس تاریخ یہاں بھی خاموش ہے۔

اسی طرح اس تحریک میں ہندوستان و افغانستان کو جوڑنے اور ہندوستانی انقلابیوں کی بھرپور مدد کرنے والوں میں پشاور کے میر چند گپتا کا نام بھی انتہائی روشن ہے۔ شیخ الہند نے بہت سے بکھرے ذرات کو جب یکجا کیا تو خود بخود ایک مضبوط جماعت تیار ہو گئی۔ اسی گروہ نے جرمن، آسٹریا، ترکی اور افغانستان کے تعاون سے افغانستان ہی میں یکم دسمبر ۱۹۱۵ء میں ایک عبوری حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ مولانا برکت اللہ وزیر اعظم، مولانا عبیداللہ سندھی وزیر داخلہ، چمپا کرن وزیر خارجہ، مولانا بشیر وزیر دفاع اور راجا مہندر پرتاپ صدر نشیں ٹھہرے۔ جب یہ حکومت قائم ہو گئی تو اس نے مختلف ممالک میں اپنی سفارت بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ چناں چہ روس کی سفارت میں ایک ہندو اور ایک مہاجر طالب علم تھے۔

میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ شیخ الہند نے ایک آزاد جمہوری ہندوستان کا خواب دیکھا تھا۔ غالب پاشا، انور پاشا اور جمال پاشا وغیرہ کو بھی اس بات سے کوئی پریشانی نہیں تھی کہ اس میں ہندو کیوں شامل ہیں بلکہ انھوں نے برادران وطن کی شرکت کی تائید اور اسے مفید قرار دیا تھا۔ لہذا حضرت شیخ الہند نے کابل میں موجود اپنے شاگردوں کو یہ ہدایات بھیجیں کہ ''وہ ہر طرح اپنی تحریک میں غیر مسلموں کو بھی شامل کریں اور انھیں ذمہ دار مناصب پر فائز کریں اور انھیں بطور خاص یہ یقین دلائیں کہ اس تحریک کا مقصد پھر سے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت قائم کرنا نہیں بلکہ صرف ملک کی آزادی کا حصول ہے''۔ (معماران جامعہ، ظفر احمد نظامی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی، ۲۰۱۱ء، ص: ۲۶)

حضرت قرآن و حدیث پر بڑی گہری بصیرت رکھتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے مالٹا سے واپسی کی بعد ترک موالات کا جو فتویٰ دیا اس نے پوری قوم بطور خاص مسلمانوں پر بڑے دوررس اثرات مرتب کیے اور ساتھ ہی اپنے ضعف و نقاہت کے باوجود ملک کے مختلف مقامات کا دورہ بھی کیا اور ترک موالات کے پلیٹ فارم پر ہندو مسلم کو لانے کی ایک منظّم کوشش کی۔ ظفر احمد نظامی نے لکھا ہے: ''بعد ازاں (مالٹا) شیخ الہند نے علالت کے باوجود ملک کے مختلف مقامات کا دورہ کیا اور ترک موالات کے پیغام کو عام کیا۔ ان اسفار سے ہندو مسلم اتحاد کو فروغ حاصل ہوا اور ہندوستان کے عوام نے تحریک میں شمولیت اختیار کی'' (معماران جامعہ ص: ۲۹)

ترک موالات کے سلسلے میں حضرت نے قرآن کی دس آیات کا حوالہ دیا اور ان کی روشنی میں یہود و نصاریٰ سے موالات و دوستی کو ناجائز بتایا تاہم ان کے پیش نظر یہ والی آیت بھی تھی.... **اللہ ان لوگوں کے متعلق جو دین کے معاملہ میں تم سے نہیں لڑے اور انھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اس سے منع نہیں کرتا کہ تم ان کے ساتھ بھلائی اور منصفانہ سلوک کرو۔ (سورہ ممتحنہ/ ۸)**

چناں چہ اس جدجہد سے متاثر ہو کر بہت سے ہندو حضرات شیخ الہند کے کارواں میں شامل ہو گئے اور تحریک کو تقویت بخشی۔ جمعیۃ علما کے دوسرے اجلاس کے خطبہ صدارت میں شیخ الہند نے فرمایا: ''حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش اس کے لیے فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کر رہے ہیں اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے۔'' آگے مزید فرماتے ہیں: ''اس لیے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عنصر بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر اگر صلح و آشتی سے رہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقت ور ہو ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر و استبداد سے شکست کر سکے گی''۔ (تذکرۂ شیخ الہند، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مکتبہ فدائے ملت مرادآباد، ۲۰۱۲ء، ص: ۳۷۳) (بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

ثالث کے طور پر امریکہ کا متبادل نہیں: نیتن یاہو

اسرائیلی وزیراعظم بنیامین نیتن یاہو نے کہا ہے کہ فلسطین اور اسرائیل کے درمیان امن مذاکرات کے لئے ثالثی کے سلسلہ میں امریکہ کا کوئی متبادل نہیں ہے۔نیتن یاہو نے عالمی اقتصادی فورم میں کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ امریکہ کا کوئی متبادل نہیں ہے، ایماندار ثالث کے طور پر امریکہ کے علاوہ ایسی کوئی بین الاقوامی تنظیم نہیں ہے جو دونوں ملکوں کے تنازع کو حل کر سکے۔(یو این آئی)

جنوبی کوریا کے اسپتال میں آتشزدگی سے ۴۱/افراد ہلاک

جنوبی کوریا کے جنوب مغربی شہر میریانگ کے سیچونگ اسپتال میں آتشزدگی سے کم ازکم ۴۱/افراد ہلاک اور ۷۰ سے زائد زخمی ہوگئے ہیں۔آگ اسپتال کے ایمرجنسی روم میں لگی تھی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے اسپتال کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، واقعے کے بعد فائر بریگیڈ کے عملے نے آگ بجھانے کی کوشش اور امدادی کارکنوں نے مریضوں کو باہر نکالا اور زخمیوں کو فوراً اسپتال منتقل کیا، متعدد زخمیوں کی حالت تشویشناک ہونے کے باعث ہلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ہے۔حکام کا کہنا ہے کہ حادثے کے وقت اسپتال اور اس سے متصل نرسنگ ہوم میں تقریباً ۲۰۰ کے قریب مریض موجود تھے۔واضح رہے کہ یہ دس سال کے دوران جنوبی کوریا میں ہونے والی سب سے خطرناک آتشزدگی ہے جس میں بڑے پیمانے پر انسانی جانوں کا ضیاع ہوا ہے۔(نیوز ایکسپریس)

مالی میں بارودی سرنگ دھماکہ سے ۲۸/افراد ہلاک

وسطی مالی میں ایک مسافر گاڑی کے بارودی سرنگ کی زد میں آنے سے اس میں سوار ۲۶/مسافر ہلاک اور کئی دیگر زخمی ہوگئے۔فوج کے ترجمان کرنل ڈائرین کون نے بتایا کہ جمعرات کو ایک مسافر گاڑی ملک کی برکینا فاسو سے متصل شورش زدہ سرحد سے گزر رہی تھی، اسی وقت بارودی سرنگ میں دھماکہ ہوگیا۔(یو این آئی)

خراب صورت حال پر افغان گورنر کا استعفیٰ

افغانستان کے مغربی حصے میں واقع فرح صوبے کے گورنر محمد عارف شاہجہاں نے سیکورٹی کے نظام کی خراب صورت حال کے سلسلے میں استعفیٰ دے دیا ہے۔مسٹر شاہجہاں نے اپنے استعفے کے پیچھے سیاسی مداخلت اور صوبے کے حفاظتی دستوں میں بدعنوانی کو بنیادی وجہ بتایا۔(یو این آئی)

میانمار کے حالات روہنگیا مسلمانوں کی واپسی کیلیے سازگار نہیں: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے حکام کا کہنا ہے کہ بنگلہ دیش کے کیمپوں میں موجود روہنگیا کے پناہ گزین میانمار واپس جانا چاہتے ہیں، لیکن تاحال وہاں کے حالات ان کی واپسی کے لیے سازگار نہیں ہیں۔دریں اثناء اقوام متحدہ کے ادارے یونیسف کے چیف ڈپٹی ایگزیکٹو ڈائریکٹر جسٹن فورسیتھ نے بنگلہ دیش کا دورہ کیا اور وہاں کیمپوں میں موجود روہنگیا کے مسلمان پناہ گزینوں سے ملاقات کی۔انہوں نے کہا کہ میانمار میں اب بھی مسلمانوں پر حملے کیے جارہے ہیں لہذا پناہ گزینوں کی واپسی کے لیے وہاں کے حالات سازگار نہیں اور کیمپوں میں موجود پناہ گزینوں کو بھی یہی فکر لاحق ہے۔واضح رہے کہ گزشتہ سال اگست میں میانمار فوج کی جانب سے شروع کیے گئے آپریشن کے دوران ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا جاچکا ہے جب کہ ۶/لاکھ سے زائد مسلمان ہجرت کر کے بنگلہ دیش کے کیمپوں میں کس مپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔(نیوز ایکسپریس)

برطانیہ یورپی یونین کے ساتھ جامع تجارتی معاہدے کا متمنی

برطانیہ کی وزیراعظم تھریسا مے نے کہا ہے کہ برطانیہ یورپی یونین سے الگ ہونے کے بعد اس کے ساتھ ایک جامع تجارتی اور دفاعی سمجھوتہ کرنا چاہتا ہے۔انہوں نے کہا کہ ان کی حکومت مذاکرات میں اپنے ہی مفاد کی بات نہیں کرتی بلکہ یہ اس سے بہتر تجارتی معاہدے کی بات کرتی ہے جو یورپی یونین کا ناروے اور کینیڈا کے ساتھ ہے، کیونکہ برطانیہ ان ملکوں کے مقابلے میں ایک مختلف حیثیت میں یورپی یونین کے ساتھ مذاکرات کررہا ہے۔ برطانیہ کی وزیراعظم نے کہا کہ ’’ہم یورپی یونین کو چھوڑ رہے ہیں لیکن یورپ سے الگ نہیں ہورہے ہیں۔‘‘(وائس آف امریکہ)

شام میں کیمیائی حملوں کی ذمہ داری روس پر عائد ہوتی ہے: امریکی وزیرخارجہ

نیٹو کے اپنے اتحادیوں سمیت امریکہ نے شام میں کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال کے خلاف مہم میں دباؤ بڑھاتے ہوئے روس پر الزام لگایا کہ وہ شام کے صدر بشارالاسد کی حکومت کو تحفظ فراہم کر رہا ہے۔امریکی وزیرخارجہ ریکس ٹلرسن نے پیرس میں کہا کہ بشارالاسد کی حکومت نے اپنے ہی عوام کے خلاف کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال جاری رکھا ہوا ہے۔ٹلرسن نے کہا کہ دمشق کے قریب باغیوں کے زیر قبضہ مشرقی غوطہ میں پیر کے روز ہونے والے کلورین گیس کے حملے میں کم ازکم ۲۰/افراد ہلاک ہوئے۔اسد حکومت کی حمایت کرنے پر اُنھوں نے روس کا نام لیا۔(وائس آف امریکہ)

جرمنی میں اسلام مخالف سیاست داں نے اسلام قبول کرنے کے بعد پارٹی سے استعفیٰ دیا

جرمنی میں مہاجرین اور اسلام مخالف عوامیت پسند سیاسی جماعت اے ایف ڈی کے ایک سیاست داں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اے ایف ڈی کی نیشنل ایگزیکٹو کمیٹی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔اے ایف ڈی نے اپنی مرکزی ایگزیکٹو کمیٹی کے رکن اور اہم سیاست داں آرتھر واگنر کے اسلام قبول کرنے کی تصدیق کی ہے۔آرتھر واگنر کا تعلق وفاقی جرمن ریاست براندنبرگ سے ہے۔واگنر ۲۰۱۵ء میں مہاجرین اور اسلام مخالف جماعت اے ایف ڈی میں شامل ہوئے تھے۔(بصیرت آن لائن)

حکومت بہار میں سینئر ایڈوائزر کی ویکنسی

حکومت بہار نے بہار اسٹیٹ ڈزاسٹر مینجمنٹ میں سینئر ایڈوائزر کے عہدے پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں۔اس عہدے پر بحالی کے لیے امیدواروں کے پاس انجینئرنگ/ ایگریکلچرل/سوشل سائنس/ ڈزاسٹر مینجمنٹ میں ماسٹرس کی ڈگری ہونی چاہئے۔خواہش مند امیدوار ۱۵/ فروری ۲۰۱۸ء تک درخواستیں جمع کرسکتے ہیں۔درخواست جمع کرنے کے لیے بہار اسٹیٹ ڈزاسٹ مینجمنٹ کی ویب سائٹس متعلقہ فارم ڈاؤن لوڈ کر کے پر کریں اور اور سکریٹری بہار اسٹیٹ ڈزاسٹر مینجمنٹ سکنڈ فلور، پنت بھون، بیلی روڈ، پٹنہ کے پتے پر اسپیڈ پوسٹ سے بھیج دیں۔مزید معلومات کے لیے شعبہ کے ویب سائٹ کا وزٹ کریں۔(ٹائمز ناؤ)

اب روزگار کے اعداد وشمار ہر تین مہینے پر جاری ہوں گے

پلاننگ کمیشن کے وائس چیرمین راجیو کمار نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ستمبر ۲۰۱۸ء سے ہر تین مہینے پر روزگا کے اعداد وشمار جاری کیے جائیں گے۔انہوں نے کہا کہ سروے پہلے ہی شروع ہو چکے ہیں، ستمبر سے آپ کو سروے کی بنیاد پر سہ ماہی اعداد وشمار معلوم ہونے لگیں گے۔(ٹائمز ناؤ)

ایک فیصد امیر لوگوں کے پاس باقی ۹۹/فیصد لوگوں سے زیادہ دولت

ملک میں امیر اور غریب کے درمیان کی خلیج لگاتار بڑھتی جارہی ہے۔ایک سروے میں اس بات کا انکشاف ہوا ہے کہ ہندوستان میں ۲۰۱۷ء میں کل دولت کے ذخیرہ کا ۷۳/فیصد حصہ صرف ایک فیصد امیر لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، باقی کے ننانوے فیصد لوگوں کے پاس کل ۲۷/فیصد دولت ہے۔ایک بین الاقوامی فورم آکسفیم نے اپنی رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ۶۷ کروڑ ہندوستانیوں کی آمدنی میں صرف ایک فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔اگر پوری دنیا کی بات کریں تو صورت حال اور بھی ابتر ہے۔دنیا بھر کی کل دولت کا ۸۲/فیصد حصہ صرف ایک فیصد امیر لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، پچھلے ایک سالوں میں دنیا کے ۳.۷/ارب لوگوں کی آمدنی میں ایک فیصد کا بھی اضافہ نہیں ہوا ہے۔(سنڈیکیٹ نیوز بیورو)

ہندوستانی آئین کی پانچ خصوصیات

ملک کے ہر شہری کو مساوی حق دینے کے لیے ۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو ملک میں ایک جمہوری آئین نافذ کیا گیا۔ اور ہندوستانی آئین کے آخری مسودے کو منظوری دی گئی۔آئین کے نافذ ہوتے ہی سبھی شہریوں کو مساوی حقوق دیے گئے۔اس آئین کو تیار کرنے کے لیے ایک آئینی کمیٹی کی تشکیل دی گئی تھی، جس نے دوسال سے زیادہ کی محنت کے بعد ایک ایسا آئین تیار کیا جو دنیا کے بیشتر ممالک سے کئی حیثیتوں سے ممتاز تھا، ذیل کے سطور میں آئین ہند کی پانچ اہم خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے، جو اسے دوسرے بہت سے ممالک کے آئین سے ممتاز بناتی ہیں۔

۱۔سب سے طویل آئین:

ہندوستان کا آئین ہاتھ سے لکھا گیا دنیا کا سب سے طویل آئین ہے، ہندوستان کے علاوہ دنیا کے کسی بھی ملک کا آئین اتنا طویل نہیں لکھا ہوا ہے۔اس کے ۲۵/ابواب میں ۴۴۸/دفعات اور ۱۲/شیڈول ہیں۔

۲۔آخری شکل دینے سے پہلے دو ہزار بار ہوئی ترمیم:

یہ بات بہت ہی کم لوگ جانتے ہوں گے کہ آئین ہند کے مسودے کو آخری شکل دینے سے پہلے اس میں بے شمار ترمیمات کی گئیں، آئین بنانے کے لیے تشکیل شدہ کمیٹی نے اس میں ۲۰۰۰ سے زیادہ بار ترمیم کی تھی۔

۳۔آئین بنانے میں خواتین کا بھی ہاتھ:

ہاتھ سے لکھے گئے اس آئین کو ۲۴/جنوری ۱۹۵۰ء کی شام کو حتمی طور پر منظور کیا گیا۔اس کے بعد اس آئین پر آئینی کمیٹی کے کل ۲۸۴/ارکان نے دستخط کیے۔ان ارکان میں ۱۵/خواتین بھی شامل تھیں۔

۴۔آئین ہند کو بیگ آف بورویںگ (Bag of Borrowing) بھی کہا جاتا ہے:

ہندوستانی آئین کو بیگ آف بورویںگ (Bag of Borrowing) بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ اسے تیار کرتے وقت آئینی کمیٹی نے دنیا کے مختلف ممالک کے آئین سے بہت سی چیزیں اس میں شامل کی تھیں۔

۵۔آئین نافذ ہونے کے بعد اب تک ایک سو سے زیادہ ترمیمات ہو چکی ہیں:

۱۹۵۰ء میں ملک کا آئین نافذ ہونے کے بعد سے لے کر اب تک اس میں ایک سو سے زیادہ ترمیمات ہو چکی ہیں۔دنیا میں اس سے زیادہ بار کسی بھی ملک کے آئین میں ترمیم نہیں کی گئی ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر کو سال کے ممتاز ترین وائس چانسلر کا اعزاز

ملک کی ممتاز یونیورسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر پروفیسر طلعت احمد کو سال ۲۰۱۷ء کا ممتاز ترین وائس چانسلر (The Most Eminent Vice Chancellor of the year 2017) کا اعزاز ملا ہے۔پروفیسر طلعت احمد کو یہ اعزاز جامعہ ملیہ اسلامیہ میں طلبہ کی تعلیم اور ان کو سہولت بہم پہونچانے سے متعلق کیے گئے اقدامات کی وجہ سے ملا ہے۔واضح ہو کہ اس سے قبل بھی ان کو یہ اعزاز مل چکا ہے۔اس بار یہ اعزاز انگلوعربک اسکول اینڈ دہلی کالج اولڈ بوائز اسوسی ایشن کی جانب سے دیا گیا ہے۔پروفیسر طلعت احمد کو یہ اعزاز انڈیا اسلامک کلچرل سنٹر میں منعقد ایک تقریب کے موقع پر دیا گیا۔خیال رہے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نے اس سال سے یونانی فارمیسی کا کورس بھی شروع کیا ہے اور ایسا کرنے والی وہ ملک کی پہلی یونیورسٹی بن گئی ہے۔

طب وصحت

گردوں کی بیماری اور ہومیوپیتھک علاج

ہر شخص کے دو گردے ہوتے ہیں، جو پسلیوں سے تھوڑا نیچے کی طرف ریڑھ کی ہڈّی کے دونوں جانب واقع ہوتے ہیں۔ گردوں کی جِسامت قریباً ایک بند مٹھی کے برابر ہوتی ہے اور ہر گردہ تقریباً دس لاکھ کے قریب باریک ساخت کے نیفرونز Nephrons پر مشتمل ہوتا ہے۔ نیفرونز فلٹرنگ یونٹس کا کام کرتے ہیں، جو خون کو صاف کرتے اور چھانتے ہیں۔ گردوں کا بنیادی کام جسم سے غیرضروری اجزاء اور زائد پانی کا اخراج کرنا ہے، جو پیشاب کی شکل میں جسم سے خارِج ہوجاتا ہے۔ گردے اس کے علاوہ اور بھی اہم افعال سرانجام دیتے ہیں، جیسے کہ جِسم کے کیمیائی توازن کو برقرار رکھنا) سوڈیم، پوٹاشیم اور فاسفیٹس کو توازن میں رکھنا(، فشارِخُون یا بلڈ پریشر کو کنٹرول میں رکھنا اور ہارمونز بنانا جو خُون کے سُرخ ذرّات کو بننے میں مدد دیں۔ عام طور پر جب خُون کے 100 سے 120 (litres) لِٹرز کو گردے چھانتے ہیں تو پیشاب کے 1 یا 2 لِٹرز بنتے ہیں۔ جب گردے صحتمند ہوتے ہیں، تو وہ خُون کو چھاننے میں مدد دیتے ہیں اور فاسد مادوں کو الگ کرتے ہیں اور پھر یہ فاسد مادہ پیشاب کی صورت میں جِسم سے خارِج ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی گردوں کی دائمی بیماری میں مُبتلا ہے تو گردے خُون چھاننے کا کام صحیح نہیں کرتے جِس کے نتیجے میں جِسم میں فاسد مادے جمع ہونے لگتے ہیں۔

گردوں کے مکمّل ناکارہ ہونے (kidney failure) کی صورت میں ڈایالِسز Dialysis یا گردوں کی پیوندکاری Kidney transplant کیا جاتا ہے تاکہ مریض کو بچایا جاسکے۔

کچھ ایسی تدابیر ہیں جِن کو اِختیار کرکے گردوں کو ایک لمبے عرصے کے لیے کارآمد رکھا جاسکتا ہے، مثلاً:

1۔ کم نمک والی غذا کا استعمال کریں۔ 2۔ بلڈ پریشر کو 130/80 سے کم رکھیں۔ 3۔ ذیابیطس کے مریض اپنا بلڈ شُوگر لیول اعتدال کے اندر رکھیں۔ 4۔ کوئی بھی غیرضروری ادویات استعمال نہ کریں، جب تک کہ معالج تجویز نہ کرے۔

ہومیوپیتھی کے ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ خراب گردوں کا علاج ایلوپیتھک ادویات اور طریقوں سے ممکن نہیں ہے۔ Dialysis کے ذریعے انسانوں کو زندہ رکھنے کی کوشش کی تو جاتی ہے مگر ان کی زندگی محض ان مشینوں کے مرہون منت ہوتی ہے۔

طبی ماہرین کی کئی سالوں پر محیط تحقیق کے نتائج بتاتے ہیں کہ انسانی جسم میں پائی جانے والی ایسی دیرینہ اور خاموش بیماریاں جو سست رفتاری سے لیکن مسلسل بڑھ رہی ہوں، گردوں کو خراب کردیتی ہیں۔ ایسی صورتحال کو FailureKidney یا گردوں کی ناکامی کا نام دیا جاتا ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب گردے خون سے اضافی مائع مادوں، معدنیات اور فالتو اجزاء کو علیحدہ کرنے کی صلاحیت کھودیتے ہیں۔ اس خطرناک بیماری میں مبتلا افراد کے لئے Dialysis یا گردوں کی صفائی ہی واحد راستہ رہ جاتی ہے۔ یہ طریقہ علاج ایلوپیتھی میں بہت عام ہوچکا ہے۔

ہومیوپیتھی کے ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ خراب گردوں کا علاج ایلوپیتھک ادویات اور طریقوں سے ممکن نہیں ہے۔ گردوں کی صفائی یا Dialysis کے ذریعے انسانوں کو زندہ رکھنے کی کوشش کی تو جاتی ہے مگر ان کی زندگی محض ان مشینوں کے مرہون منت ہوتی ہے جو اس طریقے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ مشینیں دراصل گردوں کا کام کرتی ہیں، یعنی خون کو ایک خاص نظام کے ذریعے صاف کرتے رہنا، اس میں سے اضافی مائع مادوں، معدنیات اور فالتو مادوں کو الگ کرنا اور باقی ماندہ صحت مند خون کو دوبارہ جسم میں بھیجنا۔

جن مریضوں کے گردے خرابی کی وجہ سے اپنا معمول کا کام انجام نہیں دے سکتے، ان کے خون کو فلٹر کرنے کے لئے ایسی مشینیں استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ عمل نہ صرف نہایت مشکل اور پیچیدہ بلکہ خطرناک بھی ہوتا ہے۔ اس میں مشین کو مریض کے دوران خون کے نظام سے جوڑا جاتا ہے، اور پھر یہ خون مشین سے ہوتا ہوا مسلسل مریض کے جسم میں گردش کرتا رہتا ہے۔ یوں مریض کے خون کی بتدریج صفائی کی جاتی ہے۔ جب یہ طریقہ علاج بھی کارآمد ثابت نہ ہو تو ایلوپیتھک ڈاکٹر مریض کو گردوں کی ٹرانسپلانٹیشن یا پیوندکاری کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہ علاج پرخطر بھی ہوتا ہے اور بہت مہنگا بھی، جس کے اخراجات ہر مریض برداشت نہیں کرسکتا۔

ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس مہنگے اور تاحیات جاری رہنے والے طریقہ علاج کے برعکس ہومیوپیتھک میڈیسن میں گردوں کی خرابی کا علاج آسان اور کم مدتی ہوتا ہے۔ ان ماہرین کے مطابق گردوں کی بیماری کا ہومیوپیتھک علاج اگر بروقت شروع کردیا جائے تو دو سے پانچ سال کے اندر اندر اس مرض پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ تاہم اس علاج کی کامیابی کا دارومدار مرض کی شدت پر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ہومیوپیتھک گردے کے ٹشوز کو دوبارہ زندہ کرنے اور انسانی جسم کے اس اہم عضو کے اندر قوت مدافعت پیدا کرتی ہیں۔ اس کے سبب گردے آہستہ آہستہ اپنا نارمل فنکشن دوبارہ شروع کردیتے ہیں۔ ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ گردوں کی پیوندکاری کے زیادہ تر واقعات میں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک عام انسانی جسم کسی دوسرے جسم سے لئے گئے گردے طبی طور پر قبول نہیں کرتا اور مصنوعی یا اجنبی اعضاء کے خلاف مزاحمت کرتا رہتا ہے۔ ایسے مریضوں کو اگر ہومیوپیتھک دوائیں دی جائیں تو ان کا جسم کسی دوسرے انسان کے عطیہ کردہ گردوں کو قبول کرنا شروع کردیتا ہے۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ گردوں کے ٹرانسپلانٹ کے بعد مریضوں میں ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر یا بلند فشار خون کے امکانات بہت زیادہ ہوجاتے ہیں۔ ایسے مریضوں کو ہومیوپیتھک دوائیں دی جائیں تو ایک تو ان کے گردوں کے خراب ٹشوز بھی دوبارہ ٹھیک ہونے لگتے ہیں اور دوسرے ان کا بلڈ پریشیر اور خون میں شوگر لیول بھی قدرے قابو میں رہتا ہے۔

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے سوشل میڈیا ڈیسک کی شروعات

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے باضابطہ طور پر سوشل میڈیا ڈیسک کی شروعات کی ہے۔ ملت ٹائمز کو موصول ہونے والی پریس ریلیز کے مطابق ۲۴ دسمبر ۲۰۱۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقدہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹریز کی میٹنگ میں یہ بات طے پائی تھی کہ سوشل میڈیا کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے، شریعت اسلامیہ کے محاسن اور خوبیوں کو پھیلانے، اور اسلام اور بعض قوانین شریعت کے سلسلے میں کئے جانے والے غلط پروپیگنڈے کے ازالے کی بھرپور کوشش کی جائے، اسی طرح بورڈ کی سرگرمیوں اور اس کے مختلف شعبۂ جات کی کارکردگی سے بھی لوگوں کو باخبر رکھا جائے۔ اس کو عملی جامہ پہناتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سوشل میڈیا ڈسک کا اجراء بورڈ کے صدر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ہاتھوں ہوچکا ہے، اور بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی نگرانی میں یہ کام آگے بڑھایا جارہا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سوشل میڈیا ڈسک کے زیر اہتمام سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع ٹوئٹر (Twitter) فیس بک (Facebook) ٹیلی گرام (Telegrame) واٹس ایپ (WhatsApp) یوٹیوب (YouTube) وغیرہ پر بورڈ کا آفیشل اکاوئنٹ (Official Account) بنالیا گیا ہے، جس کے ذریعہ بڑے پیمانے پر لوگوں تک بورڈ کا پیغام پہونچانا آسان ہوگا، باذن اللہ! بورڈ کے سکریٹری اوسر سوشل میڈیا ڈیسک کے انچارج مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی نے مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے گذارش کی ہے کہ وہ اس سلسلے میں بورڈ کا بھرپور تعاوٗن کریں، سوشل میڈیا پر بنائے گئے مختلف اکاوٗنٹس سے جڑ کر بورڈ کے پیغام کو عام کرنے کا ذریعہ بنیں۔

پٹنہ میں ججوں نے دیواروں پر لگوائے تفصیلی فیس کے پوسٹر

پٹنہ کے سول کورٹ کی دیوروں پر لگے پوسٹر سے عام لوگوں کا دھیان اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ غیرقانونی رقم کی لین دین نہ کریں۔ یہ پوسٹر پٹنہ کے ضلع وسیشن جسٹس کی جانب سے لگوایا گیا ہے۔ اس پوسٹر کے ذریعہ لوگوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ کسی کام کے لئے رشوت نہ دیں۔ سول کورٹ کی دیواروں پر لگے پوسٹر میں ضلع وسیشن جسٹس پٹنہ کی طرف سے ضروری معلومات کے ذریعہ سے اپیل کی جارہی ہے۔ آپ سبھی لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ عدالت کے ملازمیں کے ساتھ غیرقانونی رقم کی لین دین نہ کریں۔ اگر کسی بھی شخص یا اور ملازم کے ذریعہ پیشی کے نام پر غیرقانونی رقم کی لین دین کی جاتی ہے تو اس کی اطلاع انتظامیہ کو بلاتاخیر مطلع کریں۔ غورطلب ہے کہ ایک چینل کی طرف سے اسٹنگ آپریشن میں کورٹ کے 30 ملازم روپے لیتے نظر آئے تھے، فوٹیج کی بنیاد پر 16 لوگوں کو برخاست کیا جاچکا ہے۔ اس کے بعد معاملے کی جانچ پٹنہ کے اے ڈی جے کے ذریعہ کی جارہی ہے۔ اس دوران بہار کے کئی عدالت میں اس طرح کے کھیل میں کمی آئی ہے۔ (سالار ۱۸؍جنوری ۲۰۱۸)

نوادہ میں امارت شرعیہ کی تحریک پر طلاق مخالف بل کے خلاف مظاہرہ

مرکزی حکومت کے ذریعہ لوک سبھا سے پاس کرائے گئے طلاق مخالف بل کے سلسلہ میں پورے ملک میں غم وغصہ ہے۔ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک پر ملک کے ہر خطے سے مرد وخواتین اس بل کے تعلق سے اپنی ناراضگی اور احتجاج درج کرا رہے ہیں۔ اس کے خلاف مختلف مقامات پر جلسے ہورہے ہیں، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی اپیل پر تحریک اصلاح معاشرہ مسلم پرسنل لا بورڈ ضلع نوادہ کے زیراہتمام ۲۷؍جنوری بروز سنیچر ایک عظیم الشان اجلاس وخاموش مظاہرے کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی سرپرستی حضرت مولانا وقاری شعیب احمد قاسمی رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور قیادت نوجوان عالم دین حضرت مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے فرمائی۔ صبح ۹؍بجے سے ۱۱؍بجے تک مرد وخواتین کا پردہ کے اہتمام کے ساتھ اجلاس ہوا، جس میں نائب ناظم امارت شرعیہ کے علاوہ دیگر علماء کرام نے خطاب کیا، خواتین مقررین نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا، اس کے بعد خاموش مظاہرہ کے ذریعہ مرکزی وزیر جناب گری راج سنگھ اور ضلع مجسٹریٹ کو میمورنڈم سونپا۔

امارت شرعیہ کا ڈویزن وائز علماء وذمہ داران مدارس کے ورک شاپ منعقد کرنے کا فیصلہ

مدارس اسلامیہ میں تعلیمی معیار کو مزید بلند کرنے، نصاب تعلیم میں ہم آہنگی، مدارس کے ذمہ داران سے موجودہ حالات پر تبادلۂ خیال، علاقہ میں دینی تعلیم کے فروغ اور خود کفیل نظام تعلیم کو عام کرنے، مدارس کی نگرانی میں علاقہ میں مکاتب کے قیام اور فتنۂ ارتداد کے سدباب سے متعلق امور پر مشورہ کے لیے امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ نے ڈویزن سطح پر ورک شاپ کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے۔ ورک شاپ کا انعقاد مختلف تاریخوں میں مختلف مقامات پر کیا جائے گا۔ دربھنگہ ڈویزن (دربھنگہ، سمستی پور، مدھوبنی) کے مدارس کا ورک شاپ مورخہ ۱۵؍مارچ ۲۰۱۸ء کو ۱۰؍بجے دن سے مدرسہ اصلاح المسلمین بستوارہ، ضلع دربھنگہ میں ہوگا۔ سارن ڈویزن (سارن، سیوان اور گوپال گنج) کے مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کا ورک شاپ ان شاءاللہ مورخہ ۸؍مارچ ۲۰۱۸ء کو ۱۰؍بجے دن سے جامعہ سراج العلوم تاٹھہ بازار، سیوان میں ہوگا۔ ترہت ڈویزن کے ویشالی اور مظفرپور ضلع کے مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کا ورک شاپ ۱۱؍مارچ ۲۰۱۸ء کو دن کے دس بجے سے معہد العلوم الاسلامیہ، چک چمیلی، سرائے، ویشالی میں ہوگا۔ بقیہ ڈویزن کے مدارس کے علماء اور ذمہ داران کے ورک شاپ کی تاریخ طے ہونے کے بعد اعلان کیا جائے گا۔ ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے مدارس کے ذمہ داران اور اساتذہ سے بڑی تعداد میں ان ورک شاپ میں شریک ہونے کی اپیل کی ہے۔ اس موقع سے امارت شرعیہ سے تصدیق نامہ حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات متعلقہ کاغذات کے ساتھ تشریف لائیں۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ظلم وناانصافی کی مخالفت ایمانی تقاضہ اور جمہوری حق ہے: ناظم امارت شرعیہ

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا کہ اس وقت ہمارا دین وشریعت دوطرفہ نقصانات سے دوچار ہے، ایک طرف تو ملک کی موجودہ مرکزی حکومت اپنی غلط پالیسی اور غیر منصفانہ رویہ کی وجہ سے ہماری شریعت میں دخل اندازی اور مسلم پرسنل لا کی قانونی حیثیت کو ختم کرنے میں لگی ہوئی ہے اور ایک خاص مسئلہ کو اس انداز میں پورے ملک کے اندر اچھال رہی ہے جیسے ملک کے سامنے ترقی وخوشحالی کا کوئی دوسرا ایجنڈا ہی نہ ہو، اور دوسری طرف خود مسلمان عملی زندگی میں سنت وشریعت کو چھوڑ کر دوسرے کو انگلی اٹھانے کا موقع دے رہے ہیں، یہ صورت حال بہت ہی خطرناک اور تشویشناک ہے، ایسے حالات میں ہر باغیرت اور باضمیر مسلمان مرد وعورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عزم نو کے ساتھ اپنی زندگی میں دین کو داخل کرنے، اپنے گھروں میں شریعت پر عمل کرنے اور دنیا کے ہر میدان میں شریعت کی رہنمائی کو قابل فخر سمجھنے کا فیصلہ کرے، حکومت کی طرف سے شریعت کے خلاف جو سازشیں ہورہی ہیں، ملک کے ذمہ دار علماء اور ملی تنظیموں کے سربراہان اس کے تدارک اور حل میں لگے ہیں، ماضی میں بھی ایسے فتنہ پیدا ہوئے اور انہیں کامیابی کے ساتھ حل کیا گیا، ظلم وناانصافی کی مخالفت ایمانی تقاضہ اور جمہوری حق ہے، جب جیسی ضرورت پڑے گی ہم پوری قوت ایمانی کے ساتھ حکومتی مظالم کا مقابل کریں گے اور حکمت ودانائی کے ساتھ اپنے مسائل کو حل کریں گے، البتہ ہماری زندگی اور ہمارے گھروں میں شریعت کے تعلق سے جو دوری بڑھتی جارہی ہے وہ حکومت کے پیدا کردہ فتنہ سے زیادہ خطرناک ہے، خاص طور پر ہماری خواتین جو سماج کا نصف حصہ ہیں اور جن میں تعلیم کی شرح بھی کم ہے، گھریلو تربیت کی کمی کی وجہ سے ان کے اندر بڑی حد تک دینی شعور کا فقدان بھی پایا جارہا ہے، اور اس کی وجہ سے وہ دین پر عمل کے معاملہ میں بہت ہی کمزور دکھائی دے رہی ہیں، نیز اس وقت آزادی نسواں اور مساویانہ حق کے نام پر انہیں گمراہ کرنے کی منصوبہ بند کوشش بھی کی جارہی ہے،، ایسے حالات میں نہایت ضروری ہے کہ مردوں کے ساتھ خاص طور پر خواتین کے اندر دینی شعور اور شریعت پر عمل کا جذبہ بیدار کیا جائے، یہ وہ موثر طریقہ ہے جس سے ہم اپنی شریعت کو محفوظ بھی رکھ سکتے ہیں اور دوسروں تک اس کے بہتر اثرات کو منتقل بھی کرسکتے ہیں، چنانچہ امارت شرعیہ کی تحریک پر مختلف جگہ خواتین کا خصوصی اجتماع منعقد کیا جارہا ہے۔ شہر پٹنہ اور اس کے اطراف میں کئی مقامات پر اجتماعات منعقد ہوچکے ہیں، اور متعدد مقامات پر اجتماع کی ترتیب طے پاچکی ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے، ۲۶/جنوری بعد نماز ظہر عیسی نگر، ۲۷/جنوری جمال الدین چک اور البا کالونی میں، ۲۸/جنوری کو دریاپور مکامہ، سلطان گنج بکسریا، میر غیاث چک جانی پور، ملکیانہ محلّہ، عالم گنج، لال میاں کی درگاہ، خواجہ پورہ، سمن پورہ، ملت کالونی سیکٹر۳ اپنا گھرانہ، پاٹلی پترا، فصاحت کا میدان، دریاپور، ہارون نگر سیکٹر ۱، ۲۹/جنوری کو جامعۃ المومنات فیڈرل کالونی عیسی پور، ۳۰/جنوری قاضی نگر پھلواری شریف، کربلا، ۳۱/جنوری کو نیا ٹولہ پھلواری شریف، ۳/فروری کو ایکزبیشن روڈ، ۴/فروری کو راجا بازار آشیانہ روڈ، ایف سی آئی رود، سنگی مسجد، نیو عظیم آباد، باؤلی محلّہ۔

ناظم صاحب نے ان حلقوں کے ائمہ وعلماء، نقباء امارت شرعیہ اور ذمہ داران سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے حلقہ کے پروگرام کو ہر طرح کامیاب وبامقصد بنائیں اور اجتماع میں جو پیغام دیا جائے اس کو مسلسل کوششوں کے ذریعہ روبعمل لانے کی سعی کریں، ناظم صاحب نے کہا کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا، جن جگہوں میں اب تک پروگرام کی ترتیب نہیں بن سکی ہے وہاں کے ذمہ داران اپنے طور پر یا امارت شرعیہ کی رہنمائی میں ضرور بالضرور اجتماع کا انعقاد عمل میں لائیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا چھبیسواں اجلاس حیدرآباد میں

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جو اس ملک میں ملت اسلامیہ کا سب سے باوقار اور متحدہ پلیٹ فارم ہے، اس کا چھبیسواں سالانہ اجلاس ۹/۱۰/۱۱/فروری ۲۰۱۸ء کو شہر حیدرآباد میں منعقد ہورہا ہے، اجلاس کی تیاریاں تقریباً مکمل ہوچکی ہیں، ملک کے موجودہ حالات اور شریعت اسلامی کے خلاف مرکزی حکومت کے غیر منصفانہ اقدامات کے تناظر میں یہ اجلاس اپنے آپ میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، ایجنڈہ کے مطابق اس اجلاس میں حکومت کے طلاق ثلاثہ کے خلاف بل پر غور، سوشل میڈیا کے ذریعہ بورڈ کی کارکردگی سے عوام وخواص کو باخبر رکھنے، بابری مسجد سے متعلق مقدمات کی کارروائی کے جائزے کے ساتھ کئی دیگر ملی امور کے بارے میں اہم فیصلے کیے جائیں گے۔ ۱۱/فروری کو بعد نماز مغرب میدان دارالسلام میں ایک اجلاس عام کا انعقاد ہوگا، جس میں پورے صوبہ تلنگانہ سے کئی لاکھ مسلمانوں کی شرکت متوقع ہے۔

حکومت کے حالیہ طلاق بل کے خلاف مونگیر میں خواتین کا مظاہرہ

مرکزی حکومت کا حالیہ طلاق بل نہ صرف مسلم خواتین بلکہ ملک وآئین سب کے لیے خطرناک ہے، یہ بل طلاق کے نام پر مسلم نوجوانوں کو جیل کی سلاخوں میں ڈالنے والا اور خاندانی نظام کو درہم برہم کرنے والا ہے، عقل وشعور اور ملکی آئین ودستور کے کسی کسوٹی پر یہ بل پورا نہیں اترتا، اس لیے حکومت کے اس ظالمانہ اور غیر منصفانہ رویہ کے خلاف ہر انصاف پسند شہری اور خاص طور پر مسلم خواتین کو جن کے حق کے نام پر شریعت میں یہ بیجا مداخلت کی جارہی ہے۔ انہیں مختلف سطح سے اس بل کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا چاہئے۔ چنانچہ تحفظ شریعت کمیٹی مونگیر کے زیر اہتمام ۲۷/جنوری ۲۰۱۸ء کو مونگیر شہر اور اطراف کی خواتین نے حکومت کے اس بل کے خلاف خاموش مظاہرے کا فیصلہ کیا ہے، اس مظاہرہ میں بیس سے پچیس ہزار خواتین کی شرکت متوقع ہے۔ دین وشریعت سے محبت رکھنے والی تمام مسلم خواتین کی ذمہ داری ہے، کہ وہ اپنے قلم وزبان اور خاموش مظاہروں کے ذریعہ اس طلاق بل کی بھرپور مخالفت کریں۔

دستور ہند کا تحفظ ہم سب کا فریضہ: ناظم امارت شرعیہ

امارت شرعیہ میں یوم جمہوریہ کے موقع پر ناظم امارت شرعیہ کے ہاتھوں پرچم کشائی

ہمارے ملک میں دو دن ایسے ہیں جو بہت یادگار ہیں؛ ایک ۱۵/اگست جو یوم آزادی ہے، جس دن ہمارے ملک کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزادی حاصل ہوئی اور دوسرا دن ۲۶/جنوری ہے جس کو یوم جمہوریہ اور ریپبلک ڈے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ وہ دن ہے، جس دن اس ملک کو ایک جامع، انصاف ومساوات پر مبنی سیکولر دستور ملا، جس نے اس ملک میں رہنے والے ہر شہری کو آزادی، مساوات، انصاف جیسے بنیادی حق دیے۔ ان خیالات کا اظہار ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے ۲۶/جنوری یوم جمہوریہ کے موقع پر امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں منعقد ایک تقریب میں کیا۔ یوم جمہوریہ کی مناسبت سے منعقد ہونے والی اس تقریب کا آغاز مولانا محمد اسعد اللہ قاسمی صاحب مینیجر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، اس کے بعد قومی ترانہ جناب مولانا مفتی محمد شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی امارت شرعیہ نے پیش کیا۔ اس سے قبل ناظم امارت شرعیہ کے ہاتھوں پرچم کشائی کی رسم ادا کی گئی، پرچم کشائی اور تقریب کے انعقاد کی ساری ذمہ داری مولانا محمد ممتاز صاحب انچارج مکتبہ امارت شرعیہ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

ناظم صاحب نے اپنے خطاب میں یہ بھی کہا کہ دستور ہند نے اس ملک میں رہنے والے ہر شہری کو اپنے مذہب اور عقیدہ پر عمل کرنے، اپنے مذہبی وتعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کو چلانے کا اختیار دیا ہے۔ ہم سب لوگوں کو دستور میں دیے گئے حقوق کے سلسلہ میں بیدار رہنا چاہئے اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ افسوس کی بات ہے کہ حکمراں جماعتیں فرقہ پرست عناصر کی شہ پر ہمیشہ اس ملک کی اقلیتوں کو ان کے دستوری حق سے محروم کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ دستور ہی ملک کی بنیاد اور اساس ہے، عدلیہ اور مقنّنہ سبھی اس دستور کے تحفظ اور اس کو نافذ کرنے کے لیے پابند عہد ہیں، اگر یہ جمہوری دستور ہمیں حاصل نہ ہوتا تو فرقہ پرست جماعتیں بھی اقلیتوں کو ان کے حقوق نہ دیتیں۔ اس لیے اگر کسی جانب سے کوتاہی ہورہی ہے تو ہم سب کو مل کر اس کے خلاف آواز بلند کرنی چاہئے۔ ناظم صاحب نے مزید کہا کہ امارت شرعیہ نے اس ملک کی آزادی میں سرگرم حصہ لیا ہے، ۱۹۲۱ء میں اولوالقدر مجاہدین آزادی کے ہاتھوں قائم ہونے سے لے کر ۱۹۴۷ء میں ملک کے آزاد ہونے تک ملک کی جدوجہد آزادی میں ہمارے اکابر کا بڑا رول رہا ہے، ملک کے آئین کے بننے میں اور اس کو نافذ کرنے میں بھی ہمارے اکابر کی آراء شامل رہی ہیں، اس لیے اس دستور کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری ہے اور امارت شرعیہ آج بھی دستور کے تحفظ کے لیے پابند عہد ہے اور اس پر آنے والی کسی آنچ کو برداشت نہیں کرسکتی ہے۔ ناظم صاحب نے اخیر میں تمام ہم وطنوں کو یوم جمہوریہ کی مبارکباد بھی دی۔

مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے جنگ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیوں کو یاد دلاتے ہوئے کہا کہ آج بھی سرنگا پٹنم کی دیواروں میں جنگ آزادی کے لیے بلند ہونے والی شیر میسور شہید اعظم سلطان ٹیپو کی پہلی آواز ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے بہتر ہے'' گونج رہی ہے۔ جس شہادت پر انگریزوں نے اعلان کیا تھا کہ اب ہم کو ہندوستان پر قبضہ کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ آج ہمیں شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ یاد آرہا ہے، جس نے انگریزوں کی نیندیں حرام کردیں اور ان کے خلاف پورے ملک کو کھڑا کردیا۔ آج کا دن ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم ماضی کی تاریخ کو یاد رکھ کے مستقبل کی فکر کریں۔ اس ملک کے لیے جو سیکولر دستور بنایا گیا، اس پر کتنا عمل ہورہا ہے، کتنا نہیں ہورہا ہے، یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے ہم سب کو اس کی حفاظت کے لیے کھڑے ہونا ہے، اور اپنے اکابر کے طرز عمل کی تقلید کرتے ہوئے، اپنے وطن اور دستور کی فرقہ پرستوں اور اس کو برباد کرنے والوں سے حفاظت کرنی ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب سے تعلق کو بھی استوار کرنا ہے، کیوں کہ اللہ کی نصرت کے بغیر کامیابی نہیں مل سکتی ہے۔

راقم الحروف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یوم جمہوریہ کو قومی تہوار کی حیثیت حاصل ہے، یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کا دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ کس طرح ہمارے اکابر اور اسلاف نے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کر کے اور طویل جدوجہد کے بعد انگریزوں کے ظلم وستم سے آزاد کرایا اور اس ملک کو چلانے کے لیے ایسا جمہوری دستور بنایا جو ہر شہری کو مساوات اور آزادی کا حق دیتا ہے، ضمیر کی آزادی، اظہار رائے کی آزادی، مذہب کی آزادی اور ان تمام آزادیوں کا احساس کراتا ہے، جن کا تعلق مذہبی، لسانی اور انسانی حقوق سے ہے۔ آج بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اتنی قربانیوں اور جدوجہد کے باوجود ملک کی تاریخ پر کچھ لوگوں نے عصبیت کا ایسا دبیز پردہ ڈال دیا ہے کہ اس کے نیچے ہمارے اسلاف کی قربانیاں دب گئی ہیں، اور کہیں بھی مسلمانوں کی قربانیوں کا ذکر نہیں کیا جاتا، جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ آزادی کے لیے اٹھنے والی پہلی آواز سے لے کر آزادی کے لیے بہنے والے آخری قطرۂ خون تک ہمارے اکابر اور اسلاف صف اول میں نظر آئیں گے۔ جدوجہد آزادی کے لیے مسلمانوں کی لمبی تاریخ کو عصبیت کا پردہ ڈال کر آپ فراموش تو کرسکتے ہیں، لیکن ختم نہیں کرسکتے، ملک کا چپہ چپہ ہماری قربانیوں کا گواہ اور اس مٹی کا ذرہ ذرہ ہمارے لہو سے لالہ زار ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ: مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے ☆ وہ قرض اتارے ہیں جو واجب بھی نہیں تھے لکھنے والوں اور بولنے والوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ اپنی تحریروں اور اپنی تقریروں میں اسلاف کی قربانیوں کا ذکر کریں۔ ملک کی جمہورت اور دستور کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے کھڑے ہوں، غفلت سے بیدار ہوں اور اپنے حقوق کی حفاظت اور حصول کے لیے زندہ قوم کی حیثیت سے سامنے آئیں۔ امارت شرعیہ کے اکابر نے ہمیشہ دستور کی حفاظت کے لیے آواز بلند کی ہے اور آج ایک بار پھر جب دستور کو خطرہ لاحق ہے، ہمیں امید ہے کہ امارت شرعیہ سے اس کی حفاظت کے لیے مضبوط آواز بلند ہوگی۔ اس تقریب میں مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ، مولانا انظار عالم قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ، مولانا افتخار احمد نظامی معاون ناظم امات شرعیہ، مرزا حسین بیگ انچارج بیت المال کے علاوہ امارت شرعیہ کے دیگر کارکنان نے شرکت کی۔

بقیات

بقیہ دینی مسائل .... تین طلاقیں چونکہ خلاف سنت ہے، نہیں دیتے تھے، یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک چلتا رہا، یہاں تک کہ لوگ خلاف سنت تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا۔) خلاصہ یہی ہے کہ تین طلاقیں خواہ اکٹھی دی جائیں یا متفرق مجلسوں میں ہر زمانے میں تین شمار ہوئی ہیں اور اس سے تین طلاقیں واقع ہوئی ہیں، یہی کتاب وسنت اور اجماع سلف سے ثابت ہے اور اسی کے مطابق حضرات صحابہ کرام، جمہور محدثین اور ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا فتویٰ اور فیصلہ ہے۔

”فالکتاب والسنة واجماع السلف الصالحين توجب ايقاع الثلاث معا وإن كانت معصية“. (احكام القرآن للجصاص: ۱/۴۵۹)

”وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته أنت طالق ثلاثا فقال الشافعي وأبوحنيفة ومالک وأحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث“. (نووی شرح مسلم: ۱/۴۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ مکافات عمل .... اور انسان دھیرے دھیرے ذہنی مریض ہوجاتا ہے، پروین تو گڑیا کا دور احتساب شروع ہوگیا ہے، اللہ کا فرمان ہے، جس نے ذرہ برابر بھی بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، تو گڑیا کے لیے دنیا میں ہی سب کچھ مقدر ہوگیا ہے، اس واقعہ میں دوسرے لوگوں کے لیے بہت کچھ سامان عبرت ہے، کاش کوئی عبرت حاصل کرے۔

بقیہ گلوبل ٹنڈر .... کہ گلوبل ٹنڈر کے لیے محنت کی جائے تو امسال نہیں، آئندہ سال اس میں کامیابی مل سکتی ہے، جس حکومت کی خواہش پر ہندوستان سے بغیر محرم عازمات کے جانے کی اجازت مل سکتی ہے، عازمین کے کوٹے میں اضافہ ہوسکتا ہے، تو گلوبل ٹنڈر کیوں نہیں ہوسکتا، گلوبل ٹنڈر کے بغیر کرایہ کم کرنے کی تجویز ہوا میں لاٹھی چلانے کی طرح ہے، کرایہ اگر کم کروانا ہے تو گلوبل ٹنڈر واحد ذریعہ ہے، اس معاملہ کو لے کر سعودی حکومت سے دوسرا معاہدہ بھی تو کیا جاسکتا ہے، ضرورت فکرمندی کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھانے کی ہے۔

بقیہ کتابوں کی دنیا ...... یہ مضامین ذرا لیک سے ہٹ کر ہیں، ان مضامین میں تاریخی حقائق کا ذکر کیا گیا ہے، اور مصنف نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ حسن جہاں کہیں ہو اپنی توجہ مبذول کرانے کا ہنر جانتا ہے، ڈاکٹر ابوبکر عباد شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی نے بجا لکھا ہے کہ ”مصنف کو بحر علم کے نئے علاقوں کی دریافت کا شوق ہے، مخالف موجوں کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور کچھ نئے موتی چن لانے کی جستجو میں منہمک ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ ان کی یہ کتاب ادب وتنقید کے کئی گوشوں کو منور کرتی اور اہل ذوق کو مزید غور وفکر کی دعوت دیتی ہے۔“ کتاب ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی سے چھپی ہے، طباعت، گٹ اپ، سٹ اپ میں اس کا اپنا معیار ہے جو قارئین کو پسند ہے، قیمت دوسو پچاس روپے زائد نہیں، مناسب ہے، ملنے کا پتہ درج نہیں ہے، اس لیے ناشر ہی کے یہاں دستیاب ہوسکتی ہے۔

بقیہ ڈاکٹر ثوبان فاروقی .... انہوں نے شمیم جرنلسٹ کے کم عمری کی موت کو سامنے رکھ کر نظم لکھی، پوری نظم تو مجلّہ میں مطبوعہ ہے، مجھے اس کا صرف ایک شعر یاد ہے، چھوٹی بحر میں حقیقت حال سے قریب تر:

ضد تھی جائیں گے آسمانوں میں
عمر تھی حوصلہ دکھانے کی

حاجی پور میں پرانی وضع کے جو لوگ تھے، سب رخصت ہوئے، تنہا فاروقی صاحب رہ گیے تھے وہ بھی چل بسے۔

اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

بقیہ طلاق مخلاف بل: حقائق ومضمرات .... وزیر قانون نے پاکستان کا بھی حوالہ دیا تھا کہ وہاں طلاق کو پینلائز کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی انہوں نے ادھوری بتائی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پاکستان میں یہ قانون موجود ہے کہ اگر کوئی طلاق دینا چاہے گا تو اسے پہلے آربٹریشن کونسل میں تحریری نوٹس بھیجنا ضروری ہے، لیکن اگر کوئی نوٹس نہیں بھیجتا ہے تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، انہوں نے پاکستان کے جس آرڈیننس 1961 کی مثال دی وہ غلط ہے، کیوں کہ پاکستان کی سپریم کورٹ نے محمد سرور بنام ریاست کے کیس PLD1988 FSC42 میں آربٹریشن کاؤنسل کو نوٹس بھیجے بغیر طلاق کو واقع مانا۔ حکومت کا طلاق ثلاثہ کو کرمنلائز کرنا اس معنی کر مناسب نہیں ہے کیوں کہ اس سے آپ ایک حنفی مسلم عورت کو جو کہ طلاق بائن کے بعد شوہر سے تعلقات رکھنے کو گناہ سمجھتی ہے، اس کو آپ مجبور کررہے ہیں کہ گناہ سمجھتے ہوئے بھی اس شخص کے ساتھ نکاح میں باقی رہے۔ آپ نے طلاق کے عدم وقوع کا فیصلہ تو دیا، لیکن کیا آپ شوہر کو مجبور کرسکتے ہیں کہ وہ محبت والفت کا تعلق بھی عورت سے برقرار رکھے گا۔ نیز اس بل میں سپریم کورٹ کے حکم کے خلاف الفاظ استعمال کیے گئے۔ سپریم کورٹ کے تین ججوں نے صرف طلاق بدعی، یعنی ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں حکم دیا ہے، جب کہ اس بل اس کا اثر طلاق بائن اور اس کی تمام شکلوں کو شامل ہے، جس میں فوری طور پر علاحدگی ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بل اسلام میں مداخلت ہے، جس کی اجازت نہ سپریم کورٹ دیتا ہے اور نہ ہی آئین ہند دیتا ہے۔ ہم آخر میں اسن بات کو پھر دہرانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ بل کسی بھی حالت میں قابل قبول نہیں ہے۔ یہ شریعت میں مداخلت ہے، یہ ظلم کو بڑھاوا دینے والا ہے۔ ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں او یہ بتاتے ہیں کہ کسی مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ طلاق بائن کے بعد بغیر نکاح اپنے سابق شوہر کے ساتھ رہے اور زندگی گذارے۔

بقیہ حج سبسڈی ختم ہونے کے باوجود سفر سستا ہوسکتا ہے ...... اور عام دنوں کے کرایہ سے بھی کم میں جدہ، دہلی وغیرہ شہروں سے مسافروں کو لے جاتی ہے، مثال کے طور پر سعودی ایرلائنس جو آدھے سے زیادہ حاجیوں کو لاتی اور لے جاتی ہے وہ خود دہلی سے جدہ تک کا کرایہ سال کے کچھ دنوں میں آمد ورفت کا تیرہ سے پندرہ ہزار تک لیتی ہے اور یہی کرایہ کبھی کبھی دوسرے ایرلائنس والے دہلی سے جدہ کا لیتے ہیں، اور سال کے دوسرے دنوں میں پندرہ سے سترہ ہزار لیتے ہیں۔ یہ بات طے ہے کہ کوئی بھی ایرلائنس مفت خدمت انجام نہیں دیتی ہے، بلکہ وہ تجارت کرتی ہے اور دنیا کی دیگر کمپنیوں کی طرح وہ بھی منافع بخش تجارت کرتی ہے، چاہے وہ سعودی ایرلائنس ہو یا ایرانڈیا یا کوئی بھی ایرلائنس۔ اس لیے تجارتی بنیاد پر وزارت اقلیتی امور سعودی ایرلائنس سے بات کرے اور اس کو بتائے کہ اگر وہ ایک لاکھ حاجیوں کو ایک مہینہ کے اندر سعودی ایرلائنس کو دیتی ہے تو وہ اس کے بزنس کو فروغ دیتی ہے، اگر سعودی ایرلائنس سال کے دیگر دنوں میں تیرہ سے پندرہ ہزار روپئے فی کس آمد ورفت دہلی سے جدہ کا لیتی ہے تو وہ یہی کرایہ حاجیوں سے بھی لے اور اگر ایرلائنس یہ بات رکھے کہ حاجیوں کو لانے اور لے جانے میں دوبار اس کا جہاز خالی جاتا اور آتا ہے تو اس کا کہنا واجب ہے، تو ایسی صورت میں وزارت اقلیتی امور اس رقم کو دوگنا کرکے چھبیس سے تیس ہزار روپئے فی حاجی دہلی تا جدہ طے کرسکتی ہے۔ ہم مرکزی حکومت اور وزارت اقلیتی امور سے یہ کہیں گے کہ اس نے حج سبسڈی کی رقم کو ختم کردیا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ حاجیوں کو سہولت دے سکتی ہے، بشرطیکہ وہ براہ راست سعودی ایرلائنس اور ایرانڈیا سے بات کرکے کرایہ کم سے کم طے کرے، اگر وہ چاہے تو ایرپورٹ ٹیکس سے حاجیوں کے جہازوں کو مستثنیٰ کرسکتی ہے۔ اگر حکومت ایسا کردیتی ہے تو ہندوستانی حاجیوں کو بیس سے پچیس ہزار روپئے دہلی تا جدہ یا اسی تناسب سے دوسرے امبارکیشن پوائنٹ سے خرچ آئیں گے۔ ابھی جو سب سے مہنگا خرچ بہار اور کشمیر کے حاجیوں کو جھیلنا پڑ رہا ہے یا دیگر اسٹیٹ کے حاجیوں کو، وہ اس سے محفوظ رہیں گے۔ ہم حج کمیٹی کے اراکین اور خصوصاً اس کے چیرمین جناب چودھری محبوب علی قیصر صاحب سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس کے حل کے لیے ایک خصوصی کمیٹی جلد بنا کر کام کریں، جس کے سربراہ وہ خود ہوں اور میں وزارت اقلیتی امور کے وزیر جناب مختار عباس نقوی سے عرض کروں گا کہ وہ اس کو ترجیح دے کر حل کریں اور حاجیوں کو ایرلائنس کے رحم وکرم پر لُٹنے کے لیے نہ چھوڑیں۔

بقیہ تحریک ریشمی رومال اور برادران وطن .... یہاں ”اجتماعی نصب العین“ کا لفظ بھی مشترکہ اقدار کی طرف اشارہ کررہا ہے اس پورے سلسلے میں نہ تو اپنے مذہب سے سرموانحراف ہے اور نہ ہی دوسرے مذاہب سے چھیڑ چھاڑ۔ اپنے اپنے اعتبار سے ایک طرف راجا پرتاپ ہندوؤں کے فوائد کی بات کررہے ہیں تو دوسری طرف مولانا عبیداللہ سندھیؒ اسلامی فوائد کے لیے آواز بلند کرتے ہیں، یہاں نہ تو کسی ہندو کو کوئی آپتّی ہے اور نہ ہی کسی مسلم کو کوئی پریشانی۔ اسی کا اثر تھا کہ جب آپ مالٹا کے قید وبند سے رہا ہوکر اپنے وطن آتے ہیں تو ہندو مسلم کا مشترکہ قافلہ آپ کا پرتپاک استقبال کرتا ہے اور شیخ الہند کے خطاب سے بھی نوازتا ہے۔ گاندھی یہاں بھی حاضر ہیں اور تاسیس جامعہ میں بھی آپ کے دوش بدوش کھڑے ہیں۔

برادران وطن کو شیخ الہند سے گہرا لگاؤ اور محبت ہی کی بات تھی کہ ان کے انتقال کی بعد سیکڑوں اخبارات ورسائل نے اپنی اپنی طرف سے تعزیتی قرارداد پیش کیے اور عوام نے بڑے بڑے جلسے وجلوس کا اہتمام اور اپنے اس عظیم لیڈر کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ان میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو حضرات بھی قدم بقدم رہے۔ آل انڈیا اسٹوڈنٹس کا بھی ایک عظیم جلسۂ تعزیت ناگپور میں منعقد کیا گیا جس کی صدارت لالہ لاجپت رائے نے کی، اس میں آپ کی خدمات جلیلہ اور وطن عزیز کی خاطر عظیم قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نظریۂ اتحادِ ہندو مسلم کا سبق بھی دہرایا اور اسے اپنے لیے مشعل راہ بھی قرار دیا۔ اسی طرح سندھ میں ایک تعزیتی پروگرام کے بعد ایک مدرسہ ”محمودیہ“ کی بنیاد ڈالی گئی اور اس میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں مذہب وسیاست کی تعلیم دینے کا فیصلہ ہوا اور ساتھ ہی مفت میں ہر مذہب کے بچوں کے لیے اس کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ایسے ہی ایک پروگرام مظفرپور بہار میں بھی ہوا، اس میں بابو جھگڑو لال نے حضرت کی پوری زندگی کا بھرپور جائزہ پیش کرکے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا۔ (تذکرۂ شیخ الہند، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مکتبہ فدائے ملت مرادآباد، ۲۰۱۲ء، ص: ۳۲۴-۳۲۶) ان تمام تفصیلات سے یہ بات پوری طرح روشن ہوجاتی ہے کہ حضرت شیخ الہند کے پیش نظر آیا محض مسلم تھے یا ہندوستان میں بسنے والا ہر فرد اور اس کی آزادی؟؟ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اتنی عظیم تحریک کی داغ بیل ڈالیں اور اس میں اپنے برادران وطن کو نظر انداز کردیں اور اس میں ان کی شرکت وشمولیت نہ ہو۔ شیخ الہند نے اپنے آخری ایام میں ایک آزاد یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی تو وہاں بھی ان کی یہی سوچ کارفرما تھی اور جامعہ ملیہ بھی بنی اور اسلامیہ بھی۔ اسلام کی مکمل تشخصات کے ساتھ قومی محسوسات کا یہی وہ نقشہ تھا جو ان کے آئینہ زندگی میں ہمہ وقت دیکھنے کو ملتا تھا۔ اس لیے تحریک کو ملکی کے بجائے عالمی قرار دینا چاہیے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے صحیح کہا تھا کہ استاد محترم کو شیخ الہند کے بجائے شیخ العالم کہنا چاہیے۔ (تذکرۂ شیخ الہند، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، مکتبہ فدائے ملت مرادآباد، ۲۰۱۲ء، ص: ۳۲۵)

بلاشبہ ان کی تحریک ایک بین الاقوامی تحریک تھی اور بعض اعتبارات سے ملک کے چوٹی کے سیاسی رہنماؤں اور بانیانِ تحریکاتِ آزادی سے بھی بلند ان کا قد دکھائی دیتا ہے۔ آج جب تحریک ریشمی رومال کو ایک سو دو سال سال گزر چکے ہیں اور دنیا بھر میں ہم نے اس کی صد سالہ تقریب کا جشن منایا۔ جشن کے ساتھ ہمیں اس کے لیے بھی پرعزم ہونا ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر جذبۂ قربانی کے ساتھ ساتھ رواداری اور ہندو مسلم اتحاد کے فروغ میں بھی عملاً حصہ لیں۔ بظاہر یہ تحریک ناکام ضرور ہوئی لیکن اس کے اثرات آزادئ ہند کی شکل میں ضرور ظاہر ہوئے جس کا انکار ممکن نہیں۔ ہم ان بزرگوں کے احسان کا بدلہ چکانے کے اہل تو نہیں لیکن ان کے تعمیری اور مثبت مشن کو آگے بڑھاتے اور عملاً حصہ لیتے ہوئے احسان فراموشی سے ضرور بچ سکتے ہیں۔

خدا انہیں ان کی عظیم قربانیوں کا بہترین بدلہ دے اور ان کی قربانیوں کے طفیل آج کی ہندوستانی قوم کو متحد ہوکر وقت کے انگریزوں سے پنجہ آزما ہونے کا حوصلہ بھی دے۔ آمین! شیخ الہند آپ کی عظیم قربانیوں کو سلام۔ آپ کے پہاڑ جیسے عزم وحوصلے کو سلام۔

اعلان مفقود الخبری

● **مقدمہ نمبر ۵۳/۹۷۶/۳۸ھ** (متدائرہ دارالقضاء ارریہ) سوبیرہ خاتون بنت محمد شمشاد عالم مقام موسیٰ پور، بھلوا، وارڈ نمبر ۶، ڈاکخانہ گھاٹ چکنی ضلع ارریہ۔ مدعیہ۔ بنام محمد شوکت علی ولد محمد مبارک مقام وپوسٹ جاوے کسہا وارڈ نمبر ۱۰، ضلع پورنیہ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء ارریہ میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ تاریخ پیشی ۱۲/جمادی الثانیہ ۳۹ھ مطابق ۲۸/فروری ۱۸ء روز بدھ مقرر کی گئی ہے، تاریخ مذکور پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

جلد نمبر 66/56 شمارہ نمبر 5 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفسیٹ پریس دریاپور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

WEEK ENDING 29/01/2018

فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280

Web. www.imaratshariah.com, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض اتارے ہیں جو واجب بھی نہیں تھے

(افتخار عارف)

نئے چیلنجز کے لیے نئی حکمت عملی

مولانا سید واضح رشید ندوی

امت اسلامیہ آج جس پُر آشوب دور سے گذر رہی ہے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، دنیا کے ہر خطہ میں امت اسلامیہ مختلف مسائل، مشکلات، خطرات اور چیلنجز سے دوچار ہے، اغیار اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اور وسائل اختیار کررہے ہیں، دوسری طرف داخلی اختلاف وافتراق، خلفشار وانتشار، مسلکی جھگڑوں اور گروہی تصادم نے امت اسلامیہ کو کھوکھلا کردیا ہے۔

مسلمان آج زندگی کے ہر میدان میں مشکلات وخطرات کے نرغے میں ہیں، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، لسانی، سیاسی، اقتصادی اور عقیدہ کے لحاظ سے خطرات وچیلنجز کا سامنا ہے، دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، خواہ وہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں، چین سے لے کر امریکہ تک؛ بلکہ مشرق ومغرب میں مسلمان ابتلا وآزمائش کے دور سے گذر رہے ہیں، مسلمانوں کو درپیش موجودہ صورت حال اور یہ مصیبتیں کوئی نئی بات نہیں ہے؛ بلکہ مسلمان ماضی میں بھی دنیا کے مختلف خطوں میں بار بار پُرفتن وپُرآشوب دور سے گذر چکے ہیں، وہ اگر ایک خطہ میں آزمائشوں وخطرات سے گذر رہے ہیں تو دوسرے خطہ میں کرسی اقتدار پر فائز ومتمکن ہوتے، چنانچہ کہا جاتا تھا کہ اسلام کا سورج اگر دنیا کے ایک خطہ میں غروب ہوتا ہے تو دوسرے خطہ میں طلوع ہورہا ہے، تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

ماضی میں مسلمانوں کی آزمائشیں اور مشکلات عسکری اور فوجی نوعیت کی تھیں، جن کے نتائج وعواقب محدود ہوا کرتے تھے، اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں انقلاب اور بیداری کے اسباب پیدا ہوئے؛ لیکن مسلمان آج جن حالات سے دوچار ہیں، وہ ماضی سے مختلف اور جداگانہ ہیں؛ بلکہ موجودہ حالات سامراجی عہد سے مختلف ہیں، جب کہ اس سے قبل سارا عالم اسلام سامراج کے قبضہ میں تھا۔

ایک طرف صورت حال یہ ہے کہ اسلام اس وقت ان علاقوں میں بھی اپنے وجود کو منوا رہا ہے جہاں ماضی میں اسلام کا کوئی نام لیوا نہ تھا، یورپ مین مساجد، دینی مدارس، اسلامی سنٹرز اور اداروں کا قیام ایک عام بات ہے، یورپ میں متعدد سرکاری اسکولوں میں اسلامی تعلیم اور اسلامی شریعت پر عمل کی اجازت دی جارہی ہے، جب کہ ماضی میں یورپ میں اس طرح کے اسلامی آثار کا وجود نہیں تھا، غیر مسلم حلقوں میں قرآن کریم کی مقبولیت روز افزوں ہے، عالمی سطح کی یونیورسٹیوں میں اسلامی مطالعہ کی کرسیاں قائم ہورہی ہیں، ماضی کے مقابلہ میں آج اسلام کے مطالعہ کے مواقع زیادہ میسر ہیں اور دنیا کی مختلف زبانوں مین قرآن کریم کے تراجم کئے جارہے ہیں، بلاشبہ یہ صورت حال خوش آئند ہے اور زندگی کی مختلف شعبوں میں اس کے اثرات ظاہر ہورہے ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف عالمی سازشیں بھی زوروں پر ہیں، اسلامی تشخص کو مٹانے اور ختم کرنے کے لیے فکری، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، تمدنی اور فوجی ہر طرح کے وسائل اختیار کئے جارہے ہیں، یہ عالمی سازشیں پوری امت اسلامیہ کے لیے خطرہ کا موجب ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر واشاعت کے ذریعہ زبردست گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور نام نہاد اسلامی دہشت گردی کا ہوا کھڑا کیا جارہا ہے۔

یہ سازشیں بیک وقت فوجی، سیاسی، فکری اور تہذیبی یلغار کی شکل میں جاری ہیں، طرفہ تماشا یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے دفاع کے تمام دروازے بند کردیئے گئے ہیں، حتی کہ اپنے کو بے گناہ بھی ثابت نہیں کرسکتے، مسلمانوں کو زبردست پروپیگنڈہ کا سامنا ہے، جس کا وہ وسائل اور صلاحیت کے باوجود مقابلہ نہیں کرسکتے، حالانکہ وہ حق پر ہیں اور ان پر میڈیا کے ذریعہ لگائے جانے والے تمام الزامات سے وہ کوسوں دور ہیں؛ لیکن ان کے پاس طاقتور اور مؤثر وسائل ابلاغ نہیں ہیں، جب کہ دشمن علمی اور انسانی تمام وسائل پر قابض ہے اور خود مسلمان حکومتیں ان کے خلاف ہیں، اس لیے کہ یہ حکومتیں خوفاً یا طمعاً اسلام دشمن عالمی طاقتوں کے تابع ہیں۔

خطرناک بات یہ ہے کہ مسلم ملکوں کے نصاب تعلیم سے ان موضوعات ومضامین اور ایسے مواد کو نکالا جارہا ہے، جس سے طلبہ میں اسلامی شعور وبیداری اور اسلامی فکر ورجحان پیدا ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی احساس وشعور سے عاری کردیا جائے؛ تاکہ وہ سازشوں کا ادراک نہ کرسکیں، پوری دنیا میں اسلامی مدارس اور دینی مکاتب کے خلاف مہم چلائی جارہی ہے اور ان مدارس کو اہل خیر حضرات سے ملنے والی امداد پر پابندی لگائی جارہی ہے، خلیج کا بحران اسی کا ایک حصہ بتایا جارہا ہے۔

امت اسلامیہ کے خلاف عالمی پیمانے پر جو جنگ جاری ہے، وہ نفسیاتی اور شعوری جنگ ہے، جو اعصابی جنگ سے زیادہ خطرناک ہے؛ بلکہ سرد جنگ سے بھی خطرناک ہے، جو سوویت یونین کے زمانہ میں مغربی یورپ اور مشرقی یورپ کے درمیان جاری تھی، اسلام مخالف طاقتیں فکر وفن اور ادب ولٹریچر کی راہ سے اسلام کو ایسی شکل میں پیش کرنا چاہتی ہیں، جو ان کے تصور اور نظریہ کے مطابق ہو۔

بیرونی حملہ کے ساتھ ساتھ مسلمان داخلی طور پر بھی ایسے وقت میں باہمی اختلافات وانتشار کا شکار ہیں، جب کہ انہیں اتحاد واتفاق کی ضرورت ہے، یہ بھی عالمی سازش کا ایک حصہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑا کر ان کی طاقت وقت منتشر اور کمزور کردی جائے اور وہ دشمنوں کی سازشوں اور مکاریوں سے بے خبر رہیں، آج الجزائر، افغانستان، عراق، شام، یمن، صومالیہ، سوڈان، خلیج عربی اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جو کچھ ہورہا ہے، وہ اس کا ثبوت ہے، جہاں مسلمانوں کو مسلکی بنیاد پر، اقتصادی، طبقاتی، خاندانی اور فکری بنیاد پر اختلافات اور ٹکراؤ میں الجھایا جارہا ہے، مختلف گروپوں میں مسلح تصادم کرایا جارہا ہے، خودکش حملے کرائے جارہے ہیں، جن میں مسلمانوں ہی کا جانی ومالی نقصان ہوتا ہے، غیر مسلم اکثریتی ممالک میں مسلمانوں پر طرح طرح کا دباؤ ڈالا جارہا ہے، ذرائع ابلاغ اور نصابی کتابوں کے ذریعہ مسلمانوں کی دل آزاری کی جارہی ہے، ملک دشمن کہا جارہا ہے اور ان پر دہشت گردی، وطن دشمنی اور قدامت پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے، دوسری طرف سامراج متعدد ملکوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی کوشش کررہا ہے۔

مسلمان جن خطرات سے دوچار ہیں، ان میں وہ فکری وثقافتی یلغار بھی ہے، جو موجودہ دور میں اصلاح پسند اور آزادانہ خیالات وافکار کے حامل مسلم مفکرین، دانشور اور محققین اور نام نہاد دانشور کررہے ہیں، ماضی میں یہ فکری وثقافتی یلغار یورپی مفکرین ومستشرقین کررہے تھے، جن کا دائرہ اثر معلوم ومحدود تھا، اس سے موجودہ فکری وتہذیبی یلغار زیادہ خطرناک ہے، آزادانہ خیالات کے حامل مسلم مفکرین بھولے بھالے، سیدھے سادے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں اور ان کے دلوں میں اسلامی تعلیمات واحکام کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا کردیتے ہیں، ان کا لٹریچر عربی، فارسی، اردو اور مسلمانوں میں رائج مختلف زبانوں میں شائع ہورہا ہے اور بیرونی طاقتیں اور مسلم حکومتیں ان کی سرپرستی کررہی ہیں اور اس طرح وہ مسلم حلقوں میں عام کیا جارہا ہے، انہیں اسلام مخالف طاقتیں ہر طرح کا تعاون بہم پہنچا رہی ہیں اور اب انٹرنیٹ، اخبارات ورسائل اور نشر واشاعت کے جدید وسائل نے اس کو اور آسان کردیا ہے، دوسری طرف جو افراد ان خطرات کا مقابلہ کرسکتے ہیں، وہ یا تو قید وبند کا شکار ہیں یا حقیقت اور صحیح صورت حال سے واقف نہ ہونے کی بنا پر خاموش ہیں، یا گوشہ نشینی کو ترجیح دیتے ہیں، یا وہ قدیم تاریخ کے مسائل وامور میں الجھے ہوئے ہیں، جن کی وجہ سے ان کو نئے چیلنجز اور خطرات پر اور ان مسائل پر توجہ دینے کا موقع ہی نہیں ملتا، جن پر امت اسلامیہ کے وجود کا دار ومدار ہے۔

پوری دنیا میں خاص طور سے اسلامی ملکوں میں عیسائی مشنری کے مختلف تعلیمی، ثقافتی اور رفاہی ادارے اور نیٹ ورک کام کررہے ہیں، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیان ان ملکوں میں شباب پر ہیں، جو جنگوں سے نڈھال ہوچکے ہیں یا طبقاتی کشمکش، معاشی واقتصادی پریشانیوں سے دوچار ہیں، بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں پہلے چرچ کا وجود نہیں تھا، اب وہاں عیسائی عبادت گاہیں اور چرچ قائم ہوچکے ہیں، مثال کے طور پر خلیجی ممالک، متحدہ عرب امارات، عراق، افغانستان اور موریطانیہ وہ ممالک ہیں، جہاں پہلے چرچ کا وجود نہیں تھا، لیکن اب جگہ جگہ چرچ نظر آنے لگے ہیں اور مسلمان ملکوں میں عیسائی آبادی کا تناسب بڑھانے کے لیے زبردست کوششیں ہورہی ہیں، عالمی طاقتیں مسلم ملکوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو بغاوت اور علیحدگی پر اکسا رہی ہیں، جیسا کہ انڈونیشیا اور سوڈان میں ہوا اور متعدد ملکوں میں اس کی کوششیں کی جاری ہیں، عیسائی مشنریوں کو یورپی ملکوں کا بھرپور تعاون وحمایت اور سرپرستی حاصل ہے، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں بھی ایک بڑا خطرہ ہیں، اس کا مقابلہ صرف دعوت اسلامی کی کوششوں سے کیا جاسکتا ہے، اس کے لیے شعور عام کرنے کی ضرورت ہے اور جدید وسائل اختیار کرتے ہوئے تعلیم وتربیت اور دعوت واصلاح کے کاز کو فعال اور مؤثر بنانا ضروری ہے۔

موجودہ صورت حال میں اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان ہوشمندی، دانشمندی اور صحیح فہم وفراست کا ثبوت دیتے ہوئے حالات کا جائزہ لیں اور سازشوں اور خطرات سے باخبر رہیں اور چیلنجوں اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے حکمت عملی پر مبنی مناسب اور صحیح حکمت عملی اپنائیں اور فکر وفن، زبان وادب، تہذیب وثقافت اور تفریحی پروگراموں کے راستہ سے جو حملے ہورہے ہیں، ان ہی ذرائع سے اس کا مقابلہ کیا جائے؛ کیوں کہ مدافعت کی حکمت یہی ہے کہ وہ ہتھیار اختیار کیا جائے جو دشمن اختیار کرتا ہو۔